تفسیر آیۃ رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ

شیخ الاسلام سلطان المشائخ علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی

تلخیص وتحشیہ
ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (رجسٹرڈ)
(مکتبہ انوار المصطفیٰ 6/75-2-23 مغلپورہ۔حیدرآباد۔اے پی)

﴾ بہ نگاہ کرم مظہرِ غزالی، یادگارِ رازی، مفتی سوادِ اعظم، تاجدارِ اہلسنت، امام المتکلمین
حضور شیخ الاسلام سلطان المشائخ رئیس المحققین علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی مدظلہ العالی ﴿

نام کتاب : تفسیر اٰیۃ رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ

خطبہ : تاجدارِ اہلسنت حضور شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی اشرفی جیلانی حفظہ اللہ

تلخیص وتحشیہ : ملک التحریر علامہ مولانا محمد یحییٰ انصاری اشرفی

تصحیح ونظر ثانی : خطیب ملت مولانا سید خواجہ معز الدین اشرفی

مرتب کی تشریح واضافت: کتاب میں جہاں ستارے ﴿☆☆☆﴾ ملیں

ناشر : شیخ الاسلام اکیڈمی حیدرآباد (دکن)

قیمت: 30 روپے

(۹۲۸) صفحات پر مشتمل محققانہ جائزہ۔ متلاشیانِ راہِ حق کے لئے ملکُ التحریر کا بیش قیمت تحفہ

فتنہ اہلحدیث : غیر مقلدیت اس دور کا سب سے خطرناک فتنہ ہے جس نے ائمہ اربعہ بالخصوص امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ (اور حضرات حنفیہ) کے خلاف بدزبانی، طعن وتشنیع اور تہمت طرازی کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ یہ اہل حدیث کے نام سے لوگوں کو فریب دیتے ہیں، اپنے سوا سب کو مشرک سمجھتے ہیں تقلید شخصی کو شرک کہتے ہیں، ان کے عقائد ومسائل سے واقفیت کے بعد غیر مقلدیت سے طبعًا وحشت ونفرت ہوتی ہے۔ان کی صحبت جذامی اور ایڈس کے مریض سے زیادہ خطرناک ہے، ان کی صحبت ایمان کے لئے خطرہ ثابت ہوتی ہے۔ ائمہ مجتہدین، محدثین اُمّت اور اسلاف صالحین سے مروی معتبر ومستند ہزار ہا احادیث کو ضعیف، موضوع، من گھڑت اور باطل قرار دیتے ہیں لہذا یہی اولین درجہ کے 'منکرین حدیث' ہیں۔ یہ فرقہ تمام (۷۲) گمراہ فرقوں کا ملغوبہ ہے یہ لوگ سلف صالحین اور احادیث مرفوعہ وغیرہ سے ثابت قرآنی تفسیروں کے مقابلہ میں اپنی من مانی تفسیروں کو ترجیح دیتے ہیں یہ اپنے علاوہ دیگر تمام طبقات مسلمہ کو بدعتی، مشرک اور کافر سمجھتے ہیں حالانکہ یہ بذاتِ خود بدعتی ہیں۔

فہرست مضامین

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ   صَلِّ عَلٰی شَفِیْعِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّد
مَنَّ عَلَیْنَا رَبُّنَا اِذْ بَعَثَ مُحَمَّدًا   اَیَّدَہٗ بِاَیْدِہٖ اَیَّدَنَا بِاَحْمَدًا
اللہ نے ہم پر احسان فرمایا کہ حضور ﷺ کو مبعوث فرمایا   اپنی تائید سے آپ کی مدد فرمائی حضور احمد مجتبیٰ سے ہماری مدد فرمائی
اَرْسَلَہٗ مُبَشِّرًا اَرْسَلَہٗ مُمَجَّدًا   صَلُّوْا عَلَیْہِ دَآئِمًا صَلُّوْا عَلَیْہِ سَرْمَدًا
اللہ نے آپ کو خوشخبری دینے والا اور باکرامت بنا کر بھیجا   اے مسلمانو تم آپ پر ہمیشہ ہمیشہ درود پڑھتے رہو

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آیئے کام کچھ کریں آج ملائکہ کے ساتھ   نام ہو اولیاء کے ساتھ، حشر ہو انبیاء کے ساتھ
شغل وہ ہو کہ شغل میں کردے ہمیں خدا کے ساتھ   پڑھئے درود جھوم کر سیّد خوش نوا کے ساتھ

صَلِّ عَلٰی نَبِیِّنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

اے میرے مولیٰ کے پیارے   نور کی آنکھوں کے تارے
اب کسے سیّد پُکارے   تم ہمارے ہم تمہارے

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک

(حضور محدث اعظم ہند علامہ سید محمد اشرفی جیلانی قدس سرہٗ)

ملک التحریر علامہ محمد یحییٰ انصاری اشرفی کی تصنیف

حقیقتِ شرک : توحید اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے اُسے سمجھنے کے لئے شرک کا سمجھنا ضروری ہے جو توحید کے مقابل ہے۔ عبادت اطاعت اور اتباع، ذاتی اور عطائی صفات اور مسئلہ علم غیب، عبادت واستعانت اور شرک کی جاہلانہ تشریح ۔۔ وہ تمام آیات قرآنی جو مشرکینِ مکہ اور کفارِ عرب کے حق میں نازل ہوئیں، سمجھے بے سمجھے مسلمانوں پر چسپاں کرنے والے بدمذہبوں کا مدلل وتحقیقی جواب ۔۔ یہی اس کتاب کا موضوع ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان یاد رہے کہ ہمیں یہ خوف نہیں کہ تم ہمارے بعد شرک میں مبتلا ہوگے (بخاری شریف)

رحمۃ للعالمین ﷺ

الحمد لله رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ من کان نبیاً واٰدم بین المآء والطین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین . أما بعدُ فقد قال اللہ تعالیٰ

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ (الانبیاء/۱۰۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں، مگر رحمت سارے جہاں کے لئے ۔

(معارف القرآن، حضور محدث اعظم ہند)

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں کسی عالم میں رہ جاتے
یہ اُن کی مہربانی ہے کہ یہ عالم پسند آیا

بلکہ یوں کہیے : وہ ہر عالم کی رحمت ہیں وہ ہر عالم میں رہتے ہیں
بہ فیض رحمۃ للعالمین، رحمت ہی رحمت ہے

کرم سب پر ہے کوئی ہو، کہیں ہو تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو
شریک عیش وعشرت سب ہیں لیکن مصیبت کاٹنے والے تمہیں ہو

اگر خموش رہو میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود

بارگاہِ رسالت میں دُرود شریف پیش فرمائیں **اللھم صل علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیہ**

اے محبوب ! نہیں بھیجا ہم نے تمہیں مگر، رحمت سارے جہاں کے لئے ۔۔ میں نے جس مشہور ومعروف آیت کریمہ کی تلاوت کا شرف حاصل کیا ہے اس کا سیدھا سا ترجمہ عرض کردیا جس کا حاصل یہ ہے کہ میں نے تمہیں سارے عالم کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا۔

عالمین کی تشریح :

خالق کائنات بھیجنے والا ہے‘ جس کو بھیجا جارہا ہے وہ ہیں رسول عربی ﷺ اور جس کی طرف بھیجا جارہا ہے وہ ہے عالمین۔

یہ عالمین کا دامن بہت وسیع ہے۔ عالم نباتات‘ عالم حیوانات‘ عالم جمادات‘ عالم ناسوت‘ عالم طاغوت‘ عالم ملکوت۔ یہاں کا عالم‘ وہاں کا عالم‘ زمین کا عالم‘ آسمان کا عالم‘ اس دُنیا کا عالم‘ آخرت کا عالم‘ مشرق کا عالم‘ مغرب کا عالم‘ شمال کا عالم‘ جنوب کا عالم‘ جوانی کا عالم‘ بچپنے کا عالم‘ جتنے عالم ہو سکتے ہیں اُن سب کو شامل کرلو تو عالمین بنتا ہے۔ عالمین کی وسعت کو سمجھنا ہو تو ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ سے سمجھو۔ تمام تعریف مخصوص ہے اللہ تعالیٰ کے لئے جو سارے عالم کا رب ہے۔

﴿☆☆☆ قرآن مجید میں کیسی شان کی طرزِ بیانی ہے کہ اپنی ربوبیت عالمینی کا چرچہ وتذکرہ اپنے محبوب اور محبوب کی اُمّت کی زبان سے کروایا کہ اے بندو تم کہو ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ﴾ مگر اپنے حبیب کی رحمتِ عالمینی کا چرچا اور تذکرہ خود فرمایا۔ وہاں بھی تمام جہانوں کا ذکر اور یہاں بھی تمام جہانوں کا ذکر فرما کر بتا دیا کہ جہاں تک میری ربوبیت کی وُسعت ہے وہیں تک میرے حبیب کی وُسعتِ رحمت۔ ہماری شہنشاہی ہمارے نبی کی وزارتِ مصطفائی ہے۔ نہ ربوبیت سے کوئی جگہ خالی ہے اور نہ رحمت سے کوئی جگہ خالی ہے۔ اظہارِ ربّانیہ عالمینی کے لئے بھی پوری ایک مکمل آیت ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ﴾۔ اور اظہارِ رحمۃ علمینی کے لئے بھی ایک مستقل آیت ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾۔ دونوں آیات میں عَالَمِيْن ہے☆☆☆﴾

اب اس طرح آپ دیکھتے ہوئے چلئے کہ ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ اے محبوب ! ہم نے آپ کو سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر بھیجا......تو معلوم ہوا کہ

نبی صرف ہندوستان والوں کے لئے رحمت نہیں ہیں۔صرف پاکستان والوں کے لئے ہی رحمت نہیں ہیں۔ کوئی کہہ سکتا ہے کہ نبی تو مکہ میں پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ مکہ والوں کے لئے رحمت ہیں۔ وہ ہاشمی گھرانے میں پیدا ہوئے تھے اس لئے وہ صرف اپنے ہی خاندان والوں کے لئے رحمت ہیں تو قرآن نے اس اعتراض کو بند کر دیا اور کہا ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ اے محبوب ! ہم نے آپ کو ساری کائنات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا......تو معلوم ہوا کہ قرآن مقدس نے بھی فیصلہ کر دیا کہ جس طرح نبی عرب کے لئے رحمت، اسی طرح عجم کے لئے رحمت ہیں۔جس طرح افغانستان وجاپان کے لئے رحمت ہیں اسی طرح چین وترکستان کے لئے رحمت ہیں۔اس کے آگے نباتات کے لئے رحمت۔حیوانات کے لئے رحمت۔ ہر دین اور ہر مذہب کے لئے رحمت۔شمس وقمر کے لئے رحمت۔شجر وحجر کے لئے رحمت۔لعل وگہر کے لئے رحمت۔

﴿☆☆☆ حضور نبی کریم ﷺ دُنیا کے لئے رحمت ہیں اس لئے کہ آپ سب سے پہلے وجود میں آئے باقی تمام مخلوق آپ سے ہی وجود میں آئی۔ عالمِ اجسام کے لئے رحمت، اس لئے کہ آپ کا دِین کبھی منسوخ نہیں۔اب وہ اسلام بن چکا ہے۔ آپ کی قوم یعنی اُمّت کبھی ختم نہیں۔ عالمِ حشر کے لئے رحمت، اس لئے کہ آپ کی شفاعت قائم ونافذ۔۔ یہاں تک کہ آپ کی شفاعت انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بھی قُربِ مراتب میں۔ عالمِ جنت میں رحمت، اس لئے کہ آپ وجود وشہود کے لئے ہیں ابداً۔ ابداً۔ عالمِ ارواح کے لئے رحمت، اس لئے کہ رُوح عمل کے لئے محتاج ہے جسم کی اور تمام رُوحیں مخلوقة۔ مطروحة۔ صورة۔منتظر تھیں وجودِ رحمۃ عالمین کی۔ آپ کے آنے سے عالمِ اجسام بنا۔جس سے عالمِ ارواح ظاہر وزندہ ہو گیا اپنے اپنے جسم کے ساتھ۔ (روح البیان) ☆☆☆﴾

اے محبوب ! آپ کی رحمت کے سب حاجت مند ہیں۔ متقدمین ہوں یا متاخرین، عالمِ انسانیت ہو یا عالمِ نبوت ورسالت۔ غرض کہ عالمِ نباتات، عالمِ جمادات، عالمِ حیوانات، عالم عرشیاں، عالمِ فرشیاں، عالمِ کفرستان، عالمِ اسلامستان، عرب وعجم، جنّ وملک، حُور وغلمان سب کو رحمت کی ضرورت۔ اس لئے آپ کو رحمۃ للعالمین کے لئے بھیجا۔

رحمت رسولِ پاک کی ہر شئے پہ عام ہے ہر گل میں ہر شجر میں محمد کا نام ہے

انسان کو خوابِ غفلت سے باہر آ کر دُنیوی حقائق کا مشاہدہ کرنا چاہیئے۔ انسان جب خوابِ غفلت سے بیدار ہو کر حالات کا جائزہ لے گا، دُنیوی حقائق کا مشاہدہ کرے گا تو اُسے یہ بات روزِ روشن کی طرح صاف نظر آئے گی۔ یہ سورج جو روزانہ اپنی آب وتاب کے ساتھ نکلتا ہے اپنی نوری کرنوں کو کائنات پر بکھیرتا ہے۔ اس کی شعاعیں انسانی وجود کو پیکر نوری بنا دیا کرتی ہیں۔ سیاہی کو ختم کرتی ہیں۔ ظلمت کو کافور کر دیتی ہیں، تاریکی کو اُجالے سے بدل دیتی ہیں۔ رفتہ رفتہ سورج بلندی کی منزلوں کو طے کرنے لگتا ہے۔ نشیب سے فراز کی طرف کوچ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آتا ہے جسے دوپہر کہا جاتا ہے۔ دوپہر کو سورج اپنی نوری کرنوں کو تقسیم کرتا ہے تو دیکھو سورج سے فائدہ اُٹھانے والے غریب ہوا کرتے ہیں، فقیر ہوا کرتے ہیں، محتاج ہوا کرتے ہیں، بچے بھی ہوا کرتے ہیں، بوڑھے بھی ہوا کرتے ہیں۔ شہنشاہِ وقت اور بوریا نشین بھی ہوا کرتے ہیں۔ تو سورج جب بلند ہوتا ہے تو عالیشان عمارتوں کو نہیں دیکھتا۔ سنگ مرمر کی تراشی ہوئی بلڈنگ کو نہیں دیکھتا بلکہ اس کی شعاعیں جس طرح ایک شہنشاہ کی عالیشان عمارتوں کو روشنی بخشتی ہیں اسی طرح ایک غریب انسان کے جھونپڑے کو بھی منور کرتی ہیں۔ جس طرح اس کی کرنیں

پہاڑ کی چوٹیوں پر روشنی بکھیرتی ہیں اسی طرح وادی کہسار کو بھی منور کرتی ہیں۔ معلوم ہوا کہ سمندر پر سورج کی کرنیں' پہاڑوں پر سورج کی شعاعیں' عالیشان عمارت پر سورج کا نور' ایسا نور جو امیر وغریب میں فرق نہیں کرتا۔ عمارت وچبوترہ میں فرق نہیں کرتا۔ اندھے اور انکھیارے میں امتیاز نہیں کرتا۔ ہندوستان اور پاکستان میں تمیز نہیں کرتا۔ جاپانی اور افغانستانی میں فرق نہیں کرتا ...... بلکہ یہ نور ہر ایک کو برابر کا فائدہ پہونچاتا ہے اور یہ نور ہے کہاں کا؟ اللہ تعالیٰ خود ارشاد فرماتا ہے:

﴿قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ﴾ (المائدہ/ ۱۵)

بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔

حضور ﷺ وجود کی جڑ بن کر سب سے پہلے تشریف لائے۔ تمام موجودات آپ کی شاخیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نور محمدی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے موجود فرمایا' پھر جس طرح جڑ سے شاخیں نکلتی ہیں اسی طرح نور محمدی سے سارے جہاں کو پیدا فرمایا۔ جب نبی کے نور کے ایک ادنیٰ حصے (سورج) کا یہ عالم کہ وہ سب کو فیضاب کر رہا ہے تو بتاؤ سراپا نور کا کیا عالم ہوگا؟ اس سراپا نور کے فیضان کا کیا عالم ہوگا؟

جب ان کے گدا بھر دیتے ہیں شاہانِ زمانہ کی جھولی　محتاج کا جب یہ عالم ہے مختار کا عالم کیا ہوگا

☆☆☆ سارے جہانوں کے لئے رحمت :

اے محبوب۔ جو کتاب مجید' دینِ حنیف' شریعت بیضاء' خلق عظیم' آیات بیّنات اور معجزات و براہین الٰہی' غرضکہ جن ظاہری اور باطنی جسمانی اور رُوحانی نعمتوں سے مالا مال کر کے ہم نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے اس کی غرض وغایت یہ ہے کہ آپ سارے جہانوں کے لئے' سارے جہان والوں کے لئے' اپنوں اور بیگانوں کے لئے' دوستوں اور دشمنوں کے لئے سراپا رحمت بن کر ظہور فرماویں۔

امام ابن جریر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان لایا اُس کے لئے دُنیا اور آخرت میں رحمت لکھ دی جاتی ہے اور جو اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان نہیں لایا' اُس کو دُنیا میں زمین میں دھنسانے اور اُس پر پتھر برسانے کے اس عذاب سے محفوظ رکھا جاتا ہے جس عذاب میں پہلی اُمتیں مُبتلا ہوتی رہی ہیں۔ (جامع البیان)

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ نے مجھے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور تمام متقین کے لئے ہدایت بنا کر بھیجا ہے۔ (مسند احمد)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں صرف رحمت ہوں' اللہ کی طرف سے ہدایت۔ (دلائل النبوۃ)

تمام جہانوں کے لئے رحمت ہونا حضور ﷺ ہی کی صفت ہے کسی کو یہ درجہ عنایت نہ ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا گیا ﴿وَرَحۡمَةً مِّنَّا﴾ یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہماری طرف سے رحمت ہیں' مگر کب تک اور کس کے لئے رحمت ہیں؟ اس کا ذکر نہیں فرمایا گیا۔ انبیائے کرام کے لئے فرمایا گیا ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيۡنَ حَتّٰى نَبۡعَثَ رَسُوۡلًا﴾ یعنی ہم اُس وقت تک کسی ملک وقوم پر عذاب نہیں بھیجتے جب تک اُس کی طرف کسی خبر دینے والے رسول علیہ السلام کو نہ بھیج دیتے۔

اس سے معلوم ہوا کہ دیگر انبیائے کرام مومنین کے لئے رحمت ہوتے تھے اور اُن کی نافرمانی غضبِ الٰہی کا باعث ہوتی تھی۔ دیکھ لو کہ قوم فرعون' قوم حضرت لوط علیہ السلام وغیرہ کا کیا حشر ہوا اور قوم حضرت نوح علیہ السلام کس طرح غرق ہوئی۔ یعنی تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت سے عذابِ آسمانی کا پتہ لگا کہ' ہم

عذاب دینے والے نہیں کسی بھی کافر قوم کو جب تک کہ اُن میں اپنا کوئی رسول نہ بھیج دیں اور پھر وہ منکر ہوں'۔ حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے رحمت کا پتہ لگا جیسا کہ یہاں ارشاد ہوا ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ اور تا قیامت عذابِ آسمانی بند ہونے کا پتہ لگا' ہمارے حضور ﷺ کے آنے سے پہلے جب بھی کوئی قوم اپنے نبی کی تکذیب کرتی تھی تو اللہ تعالیٰ مکذبین کو غرق کر کے یا زمین میں دھنسا کر یا اُن کی شکلیں مسخ کر کے اُن کو ہلاک کر دیتا تھا اور ہمارے رسول کی جس نے تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے اُس کے عذاب کو اُس کی موت یا قیامت تک کے لئے مؤخر کر دیا' چنانچہ ارشادِ باریِ تعالیٰ ہے ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمۡ وَاَنۡتَ فِيۡهِمۡ﴾ اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب نہ دے گا کیونکہ آپ اُن میں ہیں ......یعنی اے حبیب کریم جب تک آپ ظاہراً یا باطناً اپنی اُمّت میں موجود ہیں اُس وقت تک اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب نہ دے گا خواہ کتنا ہی ظلم و کفر کریں ۔اور نبی کریم ﷺ تو تا قیامت موجود ہیں کیونکہ سراج منیر (روشن سورج) ہیں اور سورج تو کبھی ڈوبتا ہی نہیں۔کسی کو دِن نظر آئے یا رات ۔ آپ اوّل بھی رحمت ہیں اور آخر بھی۔حدیث قدسی میں ارشاد ہے **سبقت رحمتی علیٰ غضبی** (جامع صغیر) یعنی میری رحمت پہلے ہے میرے غضب سے۔ رحمت کون ہے؟ یہی حبیب ازلی ﷺ ۔اور آپ ہی آخر بھی۔ اس طرح کہ آپ کا دین آخر۔ آپ کی آمد آخر۔آپ کی کتاب آخر۔آپ کی اُمّت آخر۔ آپ کا اِرسال **قَبۡلَ كُلِّ شَئٍ** ۔ آپ کی بعثت **بَعۡدَ كُلِّ رَسُوۡلٍ** ۔ نبی کریم حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ **حیاتی خیرٌ ومَمَاتی خیرٌ** میری موجودگی بھی رحمت ہے اور غیر موجودگی بھی رحمت ہے۔ غرضکہ اس قدر وسیع رحمت حضور ﷺ ہی ہیں ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے فرمایا گیا: ﴿رَحۡمَةً مِّنَّا﴾ ہماری طرف سے

رحمت ہے یعنی مہربانی ۔ رُوح اللہ کا آنا۔ مگر حبیبِ پاک صاحبِ لولاک ﷺ کے لئے فرمایا ﴿رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾۔ فرق یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بعثت رحمت ہے۔ حبیبِ پاک ﷺ کا وجود رحمت ہے۔ بعثت محدود ہے **مبعوث الیھم** میں ۔ یعنی جن کی طرف بعثت ہے اُن کے لئے رحمت ۔ جب تک دِین باقی' بعثت قائم ۔ جب تک بعثت قائم' اُمّت موجود ۔ جب دِین منسوخ تو بعثت ختم ۔ جب بعثت ختم تو اُمّت نہیں ۔ جب اُمّت نہیں تو اُس کے لئے رحمت نہیں ۔ لیکن ﴿رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ کا جب تک وجود قائم تو **عالمین** کے لئے رحمت ہونا باقی ۔ **عالمین** بھی غیر محدود' اس لئے رحمت بھی غیر محدود ۔ جب تک **عالمین** کی بقا' اُس وقت تک رحمت کی بقا ۔ **عالمین** ابد تک' لہذا رحمت بھی تا ابد ۔ کتنا عظیم فرق ہے اور کتنی عظیم و کبیر شان ہے ۔

حضور ﷺ کس قدر رحمت ہیں؟ اس کو ﴿لِلْعٰلَمِيْنَ ﴾ نے بیان فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے ﴿رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴾ اور حضور ﷺ کی صفت ہے ﴿رَحْمَةٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴾ یعنی جس کا اللہ تعالیٰ رب ہے اُس کے لئے حضور ﷺ رحمت ہیں بلکہ یوں کہو کہ ربوبیت الٰہی کا جس کسی کو فیض پہنچا وہ رحمتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے سے ۔

عَالَم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ماسوٰی کو۔ اب اس میں بہت سی قسمیں ہیں ۔ عالمِ امکان' عالمِ امر' عالمِ انوار' عالمِ اجسام' عالمِ ملائکہ...... وغیرہ' پھر عالمِ اجسام میں عالمِ انسان' عالمِ حیوانات' عالمِ نباتات' عالمِ جمادات ۔ اِس **اَلْعٰلَمِيْنَ** کے کلمے سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ ہر ہر عالم کے لئے رحمت ہیں ۔ ملائکہ کے لئے بھی' جنّات کے لئے بھی' انسانوں کے لئے بھی' اور جانوروں کے لئے بھی' کافروں کے لئے بھی' مسلمانوں کے لئے بھی ۔ جہاں جہاں خُدا کی خُدائی ہے ہر جگہ محمد ﷺ کی مصطفائی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ عرشِ مجید کی چوٹی پر' حورانِ بہشت کی پُتلیوں پر' انبیاء

ومرسلین، اور ملائکہ ومؤمنین کے دلوں اور زبانوں پر، جنت کے درختوں، پتوں، پھولوں، پھلوں پر، ہر جگہ **لااله الا الله** کے ساتھ **محمد رسول الله** بھی تحریر ہے۔

سلطانِ جہاں محبوب خُدا تری شان وشوکت کیا کہنا
ہر شئے پہ لکھا ہے نام تیرا، تیرے ذکر کی رفعت کیا کہنا

اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر اپنے نام کے ساتھ اپنے حبیب کا نام بھی نقش فرما دیا ہے۔ جس طرح ہم اپنی چیزوں پر اپنا نام لکھواتے ہیں کہ دیکھنے والا پہلی نظر میں جان لیتا اور پہچان لیتا ہے کہ اس کا بنانے والا اور مالک کون ہے۔ بلاتشبیہ اسی طرح ہر چیز پر **لااله الا الله محمد رسول الله** کی تحریر تجلّی فرما کر پروردگار عالم نے یہ ارشاد فرما دیا کہ اے دُنیا وآخرت کی نعمتوں کو دیکھنے والو! اے جنت النعیم کے جمالستان کا نظارہ کرنے والو! تم ہر چیز پر **لااله الا الله** لکھا دیکھ کر یہ سمجھ لو کہ اس چیز کا خالق تو اللہ تعالیٰ ہے اور **محمد رسول الله** پڑھ کر یہ یقین کر لو کہ خُدا کی عطا سے اس وقت اس چیز کے مالک محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

رب ہے مُعطی یہ ہیں قاسم رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں

زمین وآسمان بلکہ سارے جہان کی ہر ہر چیز جس طرح اللہ تعالیٰ کو جانتی پہچانتی اور مانتی ہے اسی طرح ہر ہر چیز پیارے مصطفیٰ سید عالم ﷺ کو بھی جانتی پہچانتی اور مانتی ہے چنانچہ حضور سید عالم ﷺ نے فرمایا **کل شئیءٍ یعلم انی رسول الله الا کفرة الانس والجن** یعنی ان انسانوں اور جنوں کے سوا جو کافر ہیں ہر ہر چیز مجھے اللہ کا رسول مانتی ہے چنانچہ معجزات نبوت کی روایات بتا رہی ہیں کہ زمین، آسمان، پانی، سورج، چاند، آگ، ہوا، پہاڑ، جانور، درخت ......تمام کائناتِ عالم مدنی تاجدار کی فرماں بردار ہیں۔ ☆☆☆

بارگاہِ الٰہی میں رسول کا تقرب :

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ (الانبیاء/۱۰۷)

اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو' مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔

رب تعالیٰ نے بھیجا' رسول کو بھیجا' عالمین کے لئے بھیجا ۔۔ جس کی ملکیت ہوتی ہے وہی بھیجتا ہے اور جس کو بھیجتا ہے اُس کو اپنا بنا کر بھیجتا ہے۔ اسی لئے بھیجنے سے پہلے بڑا اہتمام کیا گیا۔ رسول کریم نے بہت واضح الفاظ میں ارشاد فرمایا **اول ما خلق الله نوری** سب سے پہلی مخلوق میرا نور' **کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد** میں نبی تھا اور حضرت آدم رُوح و جسد کی منزلیں طے کر رہے تھے۔

کنت نبیا وآدم بین الماء والطین میں نبی تھا اور حضرت آدم آب و گل کی منزلیں طے کر رہے تھے۔

معلوم ہوا کہ میرا رسول تو اُسی وقت پیدا ہو گیا جب نہ زمین تھی نہ آسمان' نہ شمال نہ جنوب' نہ مشرق نہ مغرب' نہ فرش نہ فرشی' نہ آگ نہ آتشی' نہ باد ہے نہ بادی' نہ آب ہے نہ آبی ۔۔ ابھی زمین کا فرش نہیں بچھایا گیا' ابھی آسمان کا شامیانہ نہیں لگایا گیا' ابھی چاند وسورج کے چراغ نہیں جلائے گئے' ابھی ستاروں کی قندیلیں نہیں روشن کی گئیں ۔۔۔ ابھی آبشار کے نغمے نہیں جاری کئے گئے۔ ابھی دریا کی روانی بھی نہیں ہے ابھی پہاڑوں کی بلندیاں بھی نہیں ہیں۔ کچھ نہیں ہے مگر نور محمدی ہے۔

معلوم ہوا کہ بھیجنے والے نے بھیجنے سے پہلے اپنے قریب کیا اور بہت قریب کیا اور ایسے وقت میں قریب کیا کہ کائنات کی کسی چیز کا وجود ہی نہیں تھا۔ اس قربت کے انوار وبرکات اور حسنات وتجلیات کے ظہور کا عالم کیا تھا۔ اتنا قریب' کس کے قریب؟ قادر مطلق کے قریب' کس کے قریب؟ عالم الغیب والشہادۃ کے قریب۔

کس کے قریب؟ خالق کائنات کے قریب۔ کس کے قریب؟ مختار کائنات کے قریب، نور مطلق کے قریب۔۔ اس قربت سے رسول صفات الٰہیہ اور کمالات الٰہیہ کے مظہر کامل بن کر آئے۔

☆☆☆ صاحبِ تفسیر رُوح المعانی علامہ محمود آلوسی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وكونه ﷺ رحمة للجميع باعتبار انه عليه الصلوٰة والسلام واسطة الفيض الالٰهى على الممكنات على حسب القوابل ولذا كان نوره صلى الله تعالىٰ عليه وآلهٖ وسلم اول المخلوقات وفى الخبر اول ما خلق الله تعالىٰ نور نبيك يا جابر 'وجاء' الله تعالىٰ المعطى وانا القاسم' وللصوفية قدمت اسرارهم فى هذا الفصل كلام فوق ذالك (رُوح المعانی)

یعنی حضور ﷺ کا تمام کائنات کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالمِ امکان کی ہر چیز کو حسبِ استعداد جو فیض الٰہی ملتا ہے وہ حضور ﷺ کے واسطہ سے ہی ملتا ہے۔ اسی لئے حضور ﷺ کا نور تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا گیا۔ حدیث شریف میں ہے کہ اے جابر سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔ دوسری حدیث میں اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں (اس کی رحمت کے خزانوں کو) بانٹنے والا ہوں۔

شاعرِ مشرق نے حامل لواء الحمد اور صاحبِ مقام محمود کی مدح سرائی میں جب یوں گل فشانی کی ہوگی تو کیا عجیب سماں ہوگا۔

وہ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل — غبار راہ کو بخشا فروغ وادی سیناء
نگاہِ عشق و مستی میں وہی اول وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: آپ کی ذات اقدس تمام کے لئے رحمت ہے۔

وَهُوَ رَحْمَةٌ لِلْمُؤْمِنِيْنَ فِى الدِّيْنِ وَالدُّنْيَا وَلِلْكَافِرِيْنَ فِى الدُّنْيَا حضور ﷺ مؤمنین کے لئے دُنیا و آخرت میں رحمت ہیں اور کفار کے لئے صرف دُنیا میں۔

کہ آپ کی بدولت اُن پر تاخیر عذاب ہوئی اور خسف و مسخ یعنی چہروں کا سیاہ ہو کر بگڑ جانا اور بندر اور سور بن جانا' زمین میں دھنسائے جانے کے عذاب سے دُنیا میں کافر محفوظ ہو گئے۔ (تفسیر خازن) ☆☆☆

حضور ﷺ کب سے رحمت ہیں؟

اس کو **اَلْعٰلَمِيْنَ** نے بیان کر دیا' یعنی جب سے عالم ہے تب سے حضور ﷺ رحمت ہیں۔ جب سے رب تعالیٰ کی ربوبیت کا ظہور ہے حضور ﷺ کی رحمت کی جلوہ گری ہوئی۔ اولاً تو عالم کا ظہور میں آنا ہی حضور ﷺ کے طفیل سے ہے۔

حدیث قدسی ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب کو مخاطب ہو کر فرمایا ہے **لولاك لما خلقت الافلاك** اے محبوب اگر تجھے پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں افلاک کو نہ پیدا کرتا۔ **لولاك لما خلقت الدُنيا** اے محبوب اگر تجھے پیدا نہ کرنا ہوتا تو میں دُنیا کو پیدا نہ کرتا۔

حدیث قدسی ہے **كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ نُوْرَ مُحَمَّدٍ** میں خزانہ مخفی تھا تو میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں تو میں نے نور محمد کو پیدا کیا۔

ایک روز صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ **متىٰ وجبت لك النبوة** حضور آپ کو خلعتِ نبوۃ سے کب سرفراز فرمایا گیا؟ حضور نے جواب میں ارشاد

فرمایا **وآدم بین الروح والجسد** مجھےاس وقت شرفِ نبوۃ سے مشرف کیا گیا جب آدم علیہ السلام کی نہ ابھی روح بنی تھی اور نہ جسم (ترمذی) نبوت صفت ہے اور موصوف کا صفت سے پہلے پایا جانا ضروری ہے۔ اب خود ہی فیصلہ فرمایئے جو موصوف اپنی صفت نبوت سے متصف ہوکر آدم علیہ السلام سے پہلے موجود تھا اس کی حقیقت کیا تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح سے پہلے اپنے حبیب کی روح کو پیدا فرمایا اور اسی وقت خلعتِ نبوۃ سے سرفراز کیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ نور محمدی ﷺ' اللہ تعالیٰ کی تسبیح کہتا اور سارے فرشتے حضور ﷺ کی تسبیح سُن کر اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کرتے۔

﴾☆☆☆ ابن قطّان نے اپنی کتاب 'الاحکام' میں حضرت امام علی زین العابدین سے' انھوں نے اپنے پدرِ بزرگوار حضرت سیدنا امام حسین سے' انھوں نے ان کے جدّ امجد حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہم سے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم کا یہ ارشادگرامی نقل کیا ہے **قال کنت نوراً بین یدی ربی قبل خلق آدم باربعة عشر الف عام** یعنی میں نور تھا اور آدم علیہ السلام کی آفرنیش سے چودہ ہزار سال پہلے اپنے رب کریم کے حریم ناز میں باریاب تھا۔

ان صحیح احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ کی ذات والا صفات عالمِ امکان میں سب سے مقدم ہے۔ آدم وابراہیم علیہما السلام بلکہ عرش وکرسی سے بھی بہت پہلے ہے۔ ☆☆☆﴿

رحمۃ للعالمین ہونے کے لئے کیا ضروری ہے؟

رسول سارے عالم کے لئے مہربانی' ہروقت کے لئے مہربانی' ہر ہر ساعت کے لئے مہربانی' ہر ہر لمحے کے لئے مہربانی۔۔ اب ذرا غور کرو کہ ہر ایک کے لئے مہربان

ہونے کے لئے ضروری کیا ہے؟ ساری کائنات جس میں ماضی و مستقبل سب شامل' جس میں اولین وآخرین سب شامل' جس میں ابتداء وانتہاء سب شامل' ابتدائے کون سے انتہائے کون تک سب شامل' اس کے لئے مہربان ہونے کے لئے کیا چیز ضروری ہے۔

مہربان ہونے کے لئے باحیات ہونا (زندہ ہونا)' موجود ہونا ضروری۔ ہر ہر ساعت کے لئے مہربان ہونے کے لئے ضروری ہے کہ تمام موجودات عالم کے قریب بھی ہو۔ تمام موجودات عالم کے قریب حاضر ہو' ورنہ وہ مہربان نہیں ہوسکتا۔ حاضر بھی ہو اور ناظر بھی ہو۔ دیکھ بھی رہا کہ مصیبت زدہ کا کیا حال ہے؟ رحمت کے لئے ہر زبان کا علم ضروری ہے۔ اگر ہر زبان کا وہ عالم نہیں ہے تو سب کے لئے مہربانی نہیں بن سکتا۔ تو ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ ہر زبان کا جاننے والا بھی ہو۔

ہر ہر تکلیف کو وہ سمجھے اور اس کو اس بات کا علم ہو جائے کہ مریض کو مرض کیا ہے۔ اگر یہ علم نہیں ہے تو وہ سب کے لئے مہربانی نہیں ہوسکتا' تو معلوم یہ ہوا کہ مہربان کے لئے عالم ہونا بھی ضروری ہے۔ مہربان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مرض کو بھی جانے اور علاج کو بھی جانے۔ اشد ضروری ہے کہ جو علاج ہو وہ کائنات کے جس گوشے میں ہو وہ اس کی نظر میں ہو۔ اگر ایسا نہ ہو تو وہ کیا مہربانی کرے گا' بلکہ وہاں سے لانے پر قادر بھی ہو۔ ایسا قادر کہ اشارہ کردے تو وہ چیز خود ہی دوڑتی ہوئی چلی آئے۔ لہٰذا ساری کائنات پر قادر بھی ہونا چاہیے۔ ساری کائنات پر مختار بھی ہونا چاہئیے۔ ساری کائنات میں حاضر و ناظر بھی ہونا چاہئیے' ساری کائنات کا مالک بھی ہونا چاہیے' ساری کائنات کا عالم بھی ہونا چاہئیے' ساری کائنات میں موجود بھی رہنا چاہیے' ساری کائنات میں باحیات بھی رہنا چاہئیے۔ تو جب یہ سب ہوگا تب وہ سب کے لئے رحمت بن سکیں گے۔

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ﴾ اے محبوب نہیں بھیجا ہم نے آپ کو لیکن سارے عالم کے لئے رحمت بنا کر۔ لہذا جب تک عالم رہے گا اس وقت تک تم موجود رہو گے۔ رسول کے سوا ابھی پیدا بھی نہیں ہوئے اور نور محمدی کو پیدا کر دیا گیا **اول ما خلق نوری** میرا نور خُدا کی پہلی مخلوق ہے۔ یعنی عالم پر کوئی ایسا وقت نہیں گزرا کہ عالم ہو اور رحمت نہ ہوں۔ اب اگر رسول کریم کے نور مبارک کی تخلیق عالم کی تخلیق کے بعد فرمائی جاتی تو ایک ساعت تو ایسی ضرور مل جاتی جبکہ عالم ہوتا مگر رحمت عالم نہ ہوتے۔ایسی صورت میں حقیقی معنوں میں رسول کریم رحمۃ للعالمین نہ ہوتے' اس لئے کہ عالم کی بعض چیزیں اپنے بعض اوقات میں دائرہ رحمت سے الگ نظر آئیں۔ مگر رب تعالٰی نے یہ منظور نہ کیا۔ پہلے نور رحمت عالم کو پیدا کیا اور پھر عالم کو پیدا کیا۔ پھر میرے محمد رسول اللہ ﷺ کو عرش کی پیشانی کا ستارہ بنا دیا۔معلوم یہ ہوا کہ سرکار عربی جب سارے عالم کے لئے رحمت ہیں۔سارے عالم کے لئے مہربانی ہیں تو اپنے وجود میں سب پر مقدم بھی ہوں۔ اب آیت کا تفصیلی ترجمہ یہ ہوگا کہ اے محبوب ہم نے تجھے سارے عالم کا عالم بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم میں حاضر و ناظر بنا کر بھیجا ہے۔ سارے عالم میں موجود بنا کر بھیجا ہے۔سارے عالم کا مالک بنا کر بھیجا ہے۔سارے عالم کا مختار بنا کر بھیجا ہے۔سارے عالم کا مقتدر اعلیٰ بنا کر بھیجا ہے۔اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا خدا یہ سب بنا سکتا ہے؟ جب خدا یہ سب بنا سکتا ہے' تو اب کون روکے گا کہ نہ بنائے۔ اللھم صل علٰی سیدنا محمد وعلٰی آل سیدنا محمد کما تحب وترضی بان تصلی علیه

حضور ﷺ کب تک رحمت ہیں؟

اس کو بھی اَلۡعٰلَمِيۡنَ نے ہی بیان کر دیا کہ جب تک عالم ہے تب تک رحمتِ مصطفٰے ﷺ ہے' یعنی اس جہان میں حضور کی رحمت قیامت میں' میزان پر' حوض کوثر

پر، جنت میں اور گنہگار مسلمانوں پر جہنم میں ......غرضکہ ہر جگہ اُن ہی کی رحمت ہے۔
روح البیان میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہماری زندگی بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور ہماری وفات بھی، صحابہ کرام نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ ﷺ! زندگی پاک تو ظاہر ہے کہ بہتر ہے، وفات شریف کس طرح بہتر؟ فرمایا کہ ہماری قبرانور میں ہر جمعہ اور دوشنبہ کو تمہارے اعمال پیش ہوتے رہیں گے، نیک اعمال دیکھ کر تو ہم رب تعالیٰ کا شکر کریں گے اور بُرے اعمال دیکھ کر تمہارے لئے دُعائے مغفرت کریں گے۔

کوئی رحمت پانے والا اس وقت تک رحمت نہیں پا سکتا جب تک رحمت عطا کرنے والا موجود نہ ہو۔ یہ سارا عالم ابھی تک موجود و باقی ہے اور رحمت پا رہا ہے تو ثابت ہو گیا کہ اس عالم کو رحمت عطا کرنے والے حضور ﷺ بھی یقیناً موجود، زندہ اور باقی ہیں۔

حضور ﷺ وجود کی جڑ بن کر سب سے پہلے تشریف لائے۔ تمام موجودات آپ کی شاخیں ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ نور محمدی ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے موجود فرمایا، پھر جس طرح جڑ سے شاخیں نکلتی ہیں اسی طرح نور محمدی سے سارے جہاں کو پیدا فرمایا۔ اگر کسی درخت کی جڑ کٹ جائے تو شاخیں فوراً مُرجھا کر فنا ہو جاتی ہیں۔ اگر حضور ﷺ کو مُردہ، اور مٹی میں مل جانے والا مان لیا جائے تو گویا سارے عالم کی جڑ کٹ گئی۔ پھر سارا عالم کس طرح باقی رہ سکتا ہے؟ لہٰذا عالم جب شاخ ہے تو اس کی بقا کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کی جڑ یعنی حضور ﷺ بھی زندہ و موجود اور باقی رہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا:

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے

اہل سُنّت کا عقیدہ ہے اور تمام اہل حق کا اس مسئلہ پر اتفاق ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام لوازمِ حیات کے ساتھ اپنی اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور اُن کی حیات جسمانی حیات ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رزق دیئے جاتے ہیں۔ اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں اور قسم قسم کی نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ دیکھتے ہیں، سنتے ہیں، کلام فرماتے ہیں اور سلام کرنے والوں کو جواب دیتے ہیں۔ جہاں چاہتے ہیں آتے جاتے ہیں۔ اپنی اُمتوں کے اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں اور طرح طرح کے تصرفات فرماتے ہیں اور فیوض و برکات پہنچاتے ہیں اور دُنیا میں بہت سے خوش نصیبوں کو اپنی زیارت و دِیدار سے مشرف بھی فرماتے ہیں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ، فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے ۔۔۔ لیکن اتنی کہ فقط آنی ہے
پھر اُسی آن کے بعد اُن کی حیات ۔۔۔ مثل سابق وہی جسمانی ہے
رُوح تو سب کی ہے زندہ اُن کا ۔۔۔ جسم پُرنور بھی رُوحانی ہے

یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک اجسام قبروں میں سلامت رہتے ہیں۔ روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ جمعہ کے دن بکثرت درود شریف پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود شریف میرے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔

بعض صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ! ہمارا درود شریف آپ کے سامنے کس طرح پیش کیا جائے گا؟ قبر میں تو آپ کا جسم شریف بکھر چکا ہوگا تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ **اِنَّ اللّٰـهَ حَـرَّمَ عَـلَى الْاَرْضِ اَنْ تَـاْكُلَ اَجْسَـادَ الْاَنْبِيَآءِ** (مشکوٰۃ) اور دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ **فَنَبِيُّ اللّٰهِ حَيٌّ يُّرْزَقُ** (مشکوٰۃ)

یعنی تم یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام فرما دیا کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جسم کو کھائے' کیونکہ اللہ کا نبی زندہ ہے اوراس کو روزی بھی ملتی ہے۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے کہ **اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ** (انباء الاذکیاء) یعنی انبیاء کرام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور وہاں نمازیں پڑھتے ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مری چشم عالم سے چھپ جانے والے

عالم مَا کان ومَا یکُون :

رحمت فرمانے والے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ جن پر رحمت فرماتا ہے ان کا علم بھی رکھتا ہو کیونکہ رحمت فرمانے والا جن چیزوں کو جانتا ہی نہیں ہوگا اُن پر رحمت کس طرح فرمائے گا؟ تو اسی آیت سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضور ﷺ ازل سے ابد تک ساری کائنات عالم اور تمام مخلوقات الٰہیہ کو جانتے اور پہچانتے ہیں کیونکہ اگر وہ سارے جہان کو نہ جانیں تو پھر سارے جہان پر رحمت کس طرح فرمائیں گے؟ لہذا جب یہ ایمان ہے کہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں تو اس بات کا بھی یقین کرنا پڑے گا کہ آپ **عَـالِمُ الْعَالَمِیْن** بھی ہیں یعنی سارے عالم کو جانتے ہیں اور سب کو اپنی رحمت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ کیوں نہ ہو کہ خداوند عالم نے ارشاد فرمایا ﴿**وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا**﴾ اے محبوب! اللہ نے آپ کو ان تمام چیزوں کا علم عطا فرما دیا ہے جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا فضل آپ کے اُوپر بہت ہی بڑا ہے۔ اب اگر کوئی شخص حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین تو تسلیم کرے اور **عـالمِ ماکان وماَ یکون** نہ مانے تو وہ ایسا ہی ہے کہ دھوپ اور دن کی روشنی کو تو تسلیم کرتا ہے مگر سورج کے وجود کا انکار کر رہا ہے۔

﴾ ☆☆☆

رحمت و رَافت کا پیکر : ﴿لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبہ/ ۱۲۸)

بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے' گراں گزرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا' بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا' مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا' بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اے مسلمانو ! تم سب کے پاس رسول تشریف لائے' کیسے آئے' ایسے آئے کہ ہر مسلمان کے دِل میں ہیں' خیال میں ہیں' گھروں میں ہیں' قبر میں ہیں کون سی جگہ ہے جہاں وہ نہیں ہے۔ تم جہاں بھی ہو رسول تمہارے پاس ہیں اور مسلمان تو ہر جگہ ہیں' رسول بھی ہر جگہ ہے۔ دیکھو التحیات میں حضور ﷺ کو ندا سے سلام ہے۔ معلوم ہوا کہ قلب مومن میں موجود ہیں (اشعۃ اللمعات باب التشہد) تنہا گھر میں جاؤ تو حضور ﷺ کو سلام کرو۔ معلوم ہوا کہ ہر مسلمان کے گھر میں ہیں۔ جب کان میں خود بخود آواز آئے درود شریف پڑھو' کیونکہ وہ حضور ﷺ کی آواز ہے (شامی' مدارج) جب قبر میں مردہ جائے' کہیں بھی مرے' کسی جگہ دفن ہو' حضور ﷺ کی زیارت۔ معلوم ہوا کہ ہر جگہ ہیں حجاب ہماری طرف سے ہے۔ بعض اولیاء ہر جگہ حضور ﷺ کو دیکھتے ہیں۔

حضور ﷺ تمہاری جانوں سے زیادہ پیارے ہیں کہ تمام چیزیں جان پر قربان ہیں اور جان حضور پر۔ کہ ادنیٰ اعلیٰ پر قربان ہوتا ہے۔ مال جسم کے لئے ہے' جسم جان کے لئے' جان آبرو کے لئے۔ اور یہ تمام چیزیں حضور ﷺ کی عظمت پر قربان ہونے کے لئے ہیں' اسی لئے حضرت علی' حضرت صدیق وطلحہ وحسان رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے اپنی نماز

عصر اور جان وجسم اور آبرو حضور انور ﷺ پر قربان کیں۔ ان کے واقعات مشہور ہیں۔

ثابت ہوا کہ جملہ فرائض فروع ہیں اصل الاصول بندگی اُس تاجور کی ہے

محمد ابن عبداللہ کا آنا سب نے مانا، مگر **محمد رسول الله** کا آنا کفار نے نہ مانا، ابولہب اور ابوطالب نے بھتیجہ ہونے کی حیثیت سے وِلادت کی خوشی کی اور خدمت انجام دی نہ کہ رسول ہونیکی حیثیت سے، ورنہ وہ صحابہ ہوتے۔ معلوم ہوا کہ رسول ماننا معتبر ہے۔ بشر یا بھائی مان کر لاکھ نعت لکھنا اور خدمات کرنا بیکار رہے۔ جیسا کہ ابوطالب نے نعتیں لکھیں، مگر ایسی بیکار ہوئیں کہ جب اُن کا انتقال ہوا تو فرزند ارجمند سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں **ان عمك الشيخ الضال قد مات** آپ کے گمراہ چچا نے وفات پائی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں **وروا اباك فى التراب** جاؤ اپنے باپ کو مٹی میں داب دو۔ ابوطالب کے کفر کیوجہ سے سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ اپنا باپ نہیں کہتے اور حضور ﷺ اپنا چچا نہیں کہتے۔

نبوت ورسالت حضور ﷺ کے مشہور ترین صفات ہیں حتیٰ کہ کلمہ طیبہ میں آپ کا ذکر صفتِ رسالت سے ہے ﴿**محمد رسول الله**﴾ (جانِ عالم) محمد ﷺ اللہ تعالٰی کے رسول (اللہ کی طرف سے فرمان رساں) ہیں، ہمارے رسول ایسے شاندار اور عظمت والے رسول ہیں کہ وہ رسولوں کے بھی رسول ہیں اس لئے رب تعالٰی نے میثاق کے دن تمام رسولوں سے حضور انور ﷺ پر ایمان لانے، آپ سے تعاون کرنے کا عہد و پیمان لیا ﴿**لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ**﴾ سارے رسولوں نے معراج کی رات حضور انور ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی۔

نماز اسریٰ میں تھا یہ ہی سِر عیاں ہو معنی اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

حضورﷺ سب کے رسول ہیں ۔۔ ہم گنہگار کہیں کہ ہمارے رسول، متقی پرہیزگار کہیں ہمارے رسول، اخیار وابرار کہیں ہمارے رسول، بلکہ خود رب غفار وستار کہے ہمارے رسول یعنی خدا کے رسول، خدائی کے رسول ۔ وہ رسول تم انسانوں میں سے آئے ہیں جس سے انسانیت کو فخر ہو گیا۔

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے　　بے نور تھا خرد کا ستارا تیرے بغیر

اللہ تعالیٰ کا تم پر یہ بھی فضل ہے کیونکہ جن اور فرشتے اپنی لطافت کی وجہ سے نہ انسانوں کو نظر آئیں نہ اُن سے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ ایسی ذات کی ضرورت تھی جو صورتاً بشر ہو اور سیرت میں فرشتوں سے بھی افضل تاکہ رب تعالیٰ سے لے سکے اور ہم کو دے سکے۔ صوفیاء کے نزدیک نفس بمعنیٰ رُوح اور جان ہے یعنی وہ تم میں ایسے آئے جیسے روح جسم میں آتی ہے۔

آنکھوں میں ہیں لیکن مثل نظریوں دل میں ہیں جیسے جسم میں جان
ہیں مجھ میں ولیکن مجھ سے نہاں اس شان کی جلوہ نمائی ہے

اے انسانو تم میں سے نفیس ترین جماعت میں سے آئے کہ اُن کا ملک سارے مُلکوں سے افضل، اُن کا خاندان سارے خاندانوں سے افضل، اُن کے ماں باپ سارے جہان کے غیر نبی ماں باپ سے افضل، اُن کے صحابہ تمام نبیوں کے صحابہ سے افضل، اُن کی آل پاک تمام رسولوں کے آل اولاد سے نفیس ترین، اُن کی اُمّت تمام رسولوں کی اُمّت سے بہترین اُمّت ہے۔ اُن کا قانون قانون الٰہی، اُن کا دیکھنا خدا کا دیکھنا، اُن کا بولنا خدا کا بولنا، اُن کا ہاتھ خدا کا ہاتھ، اُن کا پھینکنا خدا کا پھینکنا، اُن کی بیعت خدا کی بیعت، اُن کا دین تمام دینوں سے افضل، اُن کا شہر تمام شہروں سے افضل، اُن کا گھر خدا کا گھر، حضورﷺ کی کتاب تمام کتابوں سے افضل ہے

نیز حضور ﷺ کا زمانہ ولادت تمام زمانوں سے بہتر ہے اُسے کہتے ہیں ربیع الاول یعنی پہلی بہار۔ چونکہ پہلی بہار عالم ارواح والی اس میں آئی، نام ہوا ربیع الاول، دوشنبہ فصلِ ایام ہے جو پانی حضور ﷺ کی انگلیوں سے بہا وہ زمزم سے افضل ہے۔ زمزم بھی اس لئے افضل کہ ایک نبی کے قدم سے نکلا اور حضور ﷺ نے معراج کی شب اس سے غسل کیا۔

مومنوں کی تکلیف سے رسول کو دُکھ ہونا :

حضور نبی کریم ﷺ کا اپنی اُمّت کے ساتھ رشتہِ محبت واُلفت یہ ہے کہ آقا کے قلب رحیم پر ہر وہ چیز جس سے اُمّت کو تکلیف پہنچتی ہو گراں گزرتی ہے اور ہر وہ چیز جس سے اُمّت کا بھلا ہو اُس کے حضور بہت خواہشمند ہیں۔

حضور ﷺ کے نزدیک تمھاری فلاح و بہبود کے سوا کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی۔ تمہارا مشقت میں پڑنا گراں ہے یا تمہارے وہ گناہ گراں ہیں جو تم کو مشقت یعنی دوزخ میں پہنچائیں، تم گناہ کرتے ہو تو وہ بے چین ہو جاتے ہیں جسم کے کسی عضو کو چوٹ لگے تو رُوح بے چین ہو جاتی ہے۔ اُن کے ذمہ کرم پر تمہارے وہ گناہ جو تم کو مشقت میں ڈالیں کہ ان شآء اللہ وہ شفاعت سے بخشوائیں گے (روح البیان) اگر حضور ﷺ کو کسی کے دُکھ کی خبر نہ ہو تو اُمّت کی مصیبت آپ کو ناگوار کس طرح گزرے؟ معلوم ہوا کہ ہمارے راحت و تکلیف کی ہر وقت حضور ﷺ کو خبر ہے تب ہی تو ہماری تکلیف سے قلب مبارک کو تکلیف ہوتی ہے ورنہ اگر ہماری خبر ہی نہ ہو تو تکلیف کیسی؟ حضور ﷺ نے اعلان فرمایا تھا کہ جو مقروض وفات پائے اُس کا قرض ہم پر ہے، مگر جو مال چھوڑے وہ اس کے وارثوں کے لئے ہے۔ قربان جائیے کرم کے۔

حضورﷺ کا اُمّت پر خیر خواہ ہونے کا اندازہ اس بات سے لگائیں کہ دین کے اندر کتنے اُمور ایسے ہیں جنہیں آپ نے صرف اس لئے قطعی طور پر لازم نہیں کرلیا کہ کہیں اُمّت پر فرض نہ ہوجائیں ۔۔۔جیسا کہ آپ کا فرمان ہے کہ اگر اُمّت کی مشقت کا ڈر نہ ہوتا تو میں انھیں ہر فرض نماز کے ساتھ مسواک بھی فرض کردیتا۔ اس حدیث پاک سے مسواک کی فرضیت تو رُک گئی مگر اس کی اہمیت واضح ہوگئی کہ کتنی ضروری ہے۔

ترمذی وابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر اُمّت کی مشقت کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا نصف شب تک مؤخر کردیتا۔ (مشکوٰۃ المصابیح)

باجماعت نماز تراویح کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے۔ حضورﷺ نے محض اُمّت کی مشقت اور طاقت کے خیال کو ملحوظ رکھتے ہوئے باجماعت نماز تراویح کا بھی اہتمام نہ فرمایا کہ کہیں یہ اُمّت پر فرض نہ ہوجائے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سرور کائنات ﷺ نے خطبہ دیا اور ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! تم پر حج فرض کردیا گیا ہے، پس حج کرو۔ ایک شخص نے عرض کیا، کیا ہر سال یارسول اللہ! ۔۔۔ آپ خاموش رہے۔ حتیٰ کہ اُس شخص نے تین بار یوں ہی کہا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : **لوقلت نعم لوجبت ولما استطعتم** (مشکوٰۃ المصابیح) اگر میں ہاں فرمادیتا تو حج (ہر سال کے لئے) واجب ہوجاتا اور تم لوگ اس کی طاقت نہ رکھتے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی اُمّت کو تکلیف و مشقت سے بچانے کے لئے فرض نمازوں میں پچاس سے پانچ تک تخفیف کروائی اور اجر وثواب بھی پچاس نمازوں کے برابر دِلایا۔

صوم وصال پر حضور ﷺ کا عمل تھا مگر صحابہ کو دیکھا تو روزے رکھنے سے منع فرما دیا ۔۔۔ صرف اُمّت کو مشقت و تکلیف سے بچانے کے لئے آپ نے منع فرمایا۔

حضور نبی کریم ﷺ جب نماز کی امامت فرماتے تو کسی بچے کی آواز یا رونے کی آواز سُنتے تو قرأت کو مختصر فرما لیتے اور حکم فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو امامت کے منصب پر فائز کیا جائے تو اُسے چاہیے کہ قرأت طویل نہ کرے بلکہ اختصار سے کام لے۔ الغرض حضور ﷺ کے پیش نظر ہر وقت اُمّت کی خیر خواہی تھی۔

ہماری ہر تکلیف سے رسول بے چین ہوتے ہیں اور ہماری ہر مشقت رسول پر گراں گزرتی ہے۔ حشر کو بھی جو مشکل مقام ہوگا ہمارے حضور ﷺ وہاں پر جلوہ افروز ہوں گے۔ ایک صحابی نے عرض کی **یارسول الله فداك امی وابی** میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں۔ اگر ہمیں آپ کو حشر میں تلاش کرنا ہو تو کہاں تلاش کریں؟ حضور ﷺ نے فرمایا تین مقام ہوں گے جہاں میں مل سکوں گا۔ میزان پر جہاں میری اُمّت کے عمل تولے جا رہے ہوں گے وہاں میں پاس کھڑا ہوں گا۔ اگر کسی اُمّتی کا عمل کم ہو جائے تو اس کی کمی کو پورا کر دوں گا۔ صحابی نے عرض کیا 'آقا' اگر ہم آپ کو وہاں نہ پائیں تو! حضور ﷺ نے فرمایا حوض کوثر پر ہوں گا۔ اُمّت پیاسی ہوگی میں آب کوثر کے جام پلاتا رہوں گا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ العزیز فرماتے ہیں :

ٹھنڈا ٹھنڈا میٹھا میٹھا پیتے ہم ہیں پلاتے یہ ہیں
ربّ ہے معطی یہ ہیں قاسم رزق ہے اس کا' کھلاتے یہ ہیں
اُس کی بخشش' اُن کا صدقہ دیتا وہ ہے' دلاتے یہ ہیں
اِنَّـا اَعۡطَیۡنٰـكَ الۡكَـوۡثَـر ساری کثرت پاتے یہ ہیں
قصر دنیٰ تک کس کی رسائی جاتے یہ ہیں آتے یہ ہیں

صحابی نے عرض کیا' یارسول اللہ! اگر ہم وہاں بھی نہ پائیں تو' سید عالم ﷺ نے فرمایا' پُل صراط پر کھڑا ہوں گا۔ جبریل علیہ السلام کے پَر بچھے ہوں گے اور میں دعا کرتا ہوں گا۔ **رَبِّ سَلِّمْ اُمَّتِی** اے میرے رب میری اُمّت کو سلامتی سے گذار دے۔ آپ اندازہ فرمائیں جب دُعا فرمانے والے سید الانبیاء ہوں تو غم کس چیز کا ہے

رضا پُل سے اب وجد کرتے گزریئے کہ ہے **رَبِّ سَلِّمْ** صدائے محمد

مومنوں پر حریص :

حضور ﷺ کی ایک صفت حریص بھی ہے حرص کے معنیٰ ہیں دل نہ بھرنا۔ یہ صفت بھی ہے اور عیب بھی۔ مال کی حرص بُری ہے علم کی حرص اچھی' عشق رسول اور خوفِ خدا کی حرص ایمان کی جان ہے۔ جو حرص حضور ﷺ کی صفت ہے اس کے معنیٰ ہیں دینے سے دِل نہ بھرنا۔ ہم حریص ہیں لینے کے لئے' حضور ﷺ حریص ہیں دینے کے لئے۔ حضور ﷺ ایسے سخی داتا ہیں کہ دینے سے آپ کا دل نہیں بھرتا۔ حضور بنی کریم ﷺ نے ایک بار حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو اتنا مال دیا کہ اُن سے اُٹھ نہ سکا۔

کوئی مال کا حریص ہے' کوئی عزت وآبرو کا' کوئی اولاد پر حریص' کوئی اپنے آرام کا حریص ہے ......مگر حضور ﷺ اپنے غلاموں کے حریص ہیں۔ اسی لئے ولادت اور معراج میں' نیز وفات کے وقت اور قبر انور میں اُمّت ہی کو یاد فرمایا۔ ماں بچّہ کو قیامت میں بھولے گی مگر مولیٰ نہ بھولیں گے۔ تمام راتیں جاگ کر گزاریں۔ کھڑے ہو کر رو رو کر اُمّت کی شفاعت فرماتے رہے۔ سب اپنے لئے روتے ہیں مگر حضور ﷺ ہم گنہگاروں کے لئے۔

قرآن حکیم نے حضورﷺ کی کئی صفات جلیلہ کا ذکر فرمایا ان میں یہ بھی ایک ہے کہ آپ اُمّت کی بھلائی چاہنے والے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کرم نوازی دیکھئے کہ حضورﷺ کو اُمّت مرحومہ سے کتنی اور کس قدر خیر خواہی ہے رب تعالیٰ خود گواہی دے رہا ہے کہ حضورﷺ جن کی خاطر یہ بزم کائنات پر رونقیں سجی ہوئی ہیں وہ تمہاری بھلائی اور تمہارے ایمان کا حریص ہے کہ وہ چاہتا ہی نہیں کوئی اس کا کلمہ پڑھنے والا جہنم میں جائے۔ وہ اُمّت کی خیر خواہی پر اتنا حریص ہے کہ ہر وقت اس کی بخشش کی دعائیں مانگتا ہے۔ رب تعالیٰ آپ کو محبوبیت اور محمودیت کے اعلیٰ مقام پر مبعوث اور قائم فرمائے گا۔ ﴿عَسَىٰٓ اَنۡ يَّبۡعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا ۚ﴾ (بنی اسرائیل ۷۹)
یقیناً فائز فرمائے گا آپ کو آپ کا رب مقامِ محمود پر۔۔۔ جس کی جلالت شان کو دیکھ کر دُنیا بھر کی زبانیں تیری ثنا گستری اور حمد وستائش میں مصروف ہو جائیں گی۔
مقام محمود کی وضاحت فرماتے ہوئے خود نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: **هو المقام الذی اشفع فیه لامتی** یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی اُمّت کی شفاعت کروں گا۔
امام مسلم نے حضرت ابن عمر سے نقل کیا ہے کہ ایک روز غمگسار عاصیاں اور چارہ ساز بیکساں ﷺ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اس قول کو پڑھا ﴿**رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضۡلَلۡنَ كَثِيۡرًا مِّنَ النَّاسِ‌ۚ فَمَنۡ تَبِعَنِىۡ فَاِنَّهٗ مِنِّىۡ‌ۚ وَمَنۡ عَصَانِىۡ فَاِنَّكَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ**﴾ (ابراہیم/۳۶) (اے رب ان بُتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا ہے جنھوں نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہوں گے اور جنھوں نے میری نافرمانی کی تو تُو غفور رحیم ہے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اس جُملہ کو دُہرایا ﴿**اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ‌ۚ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ**﴾ (الانعام/۱۱۸)

(اگر تو اُن کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر انھیں بخش دے تو تُو ہی **عـزیـز وحکیم** ہے) پھر حضور ﷺ نے اپنے مبارک ہاتھ اٹھائے اور عرض کی **اُمّتی اُمّتی ثم بکی** اے میرے رب، میری اُمّت کو بخش دے۔ میری اُمّت کو بخش دے۔ پھر حضور ﷺ زاروقطار رونے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا،

یـا جبـرئیل اذهب الی محمد فقل له انا سنرضیك فی اُمّتك ولانسؤك ۔

اے جبرئیل میرے محبوب کے پاس جاؤ اور جا کر میرا پیغام دو۔ اے حبیب ہم تجھے تیری اُمّت کے بارے میں راضی کریں گے۔ اور آپ کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔ ﴿**وَلَسَـوْفَ یُـعْـطِیْكَ رَبُّكَ فَتَـرْضٰی**﴾ اور عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا عطا فرمائے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تک ایک اُمّتی بھی دوزخ میں رہے راضی نہ ہوں گا۔ آیت کریمہ صاف دلالت کر رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ وہی کرے گا جس میں رسول راضی ہوں اور احادیث شفاعت سے بھی ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی رضا اسی میں ہے کہ سب گنہگاران اُمّت بخش دیئے جائیں۔

خدا کی رضا چاہتے ہیں دوعالم　　　خدا چاہتا ہے رضائے محمد ﷺ

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور انور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اپنی اُمّت کے لئے شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میرا رب مجھ سے پوچھے گا کیا آپ راضی ہوگئے ہیں؟ میں عرض کروں گا۔ ہاں میرے پروردگار میں راضی ہو گیا۔

حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم اہل بیت یہ کہتے ہیں قرآن کریم میں سب سے زیادہ امید افزا آیت ﴿**وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی**﴾ ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ اس بات کے خواہشمند (حریص) ہیں کہ تم سب ہدایت قبول کرلیں اور رب کے مطیع بن جائیں۔ تمہارا ایمان قبول کرلینا تمہارے ہی لئے مفید ہے۔رسول صرف تمہاری خیرخواہی کے خواہشمند ہیں۔ رب تعالیٰ اپنے محبوب کے اسی جذبہ محبت واُلفت کا اظہار آپ کی زبان مبارک سے کہلوا رہا ہے۔﴿**قُلْ مَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِلَّا مَنْ شَآءَ اَنْ یَّتَّخِذَ اِلٰی رَبِّهٖ سَبِیْلًا**﴾ (الفرقان/۵۷)

فرما دیجئے کہ میں نہیں مانگتا تم سے اس (خیرخواہی) پر کچھ اُجرت مگر میری اُجرت یہ ہے کہ جس کا جی چاہے وہ اپنے رب کا راستہ اختیار کرے۔یعنی اشاعتِ دین میں جوشب وروز مصروف ہوں، تمھارے طعنے سُن کر خاموش ہوجاتا ہوں، تمھاری اذیّت رسانیوں پر صبر کرتا ہوں۔ تمھاری گالیاں سُن کر دُعائیں دیتا ہوں۔ یہ سب کچھ جو میں کررہا ہوں اس کے بدلہ میں مَیں تم سے کوئی معاوضہ کوئی اجر طلب نہیں کروں گا۔ میرا اجر یہی ہے کہ تم میں سے جولوگ حق قبول کرنے کی استعداد رکھتے ہیں وہ حق قبول کرلیں ﴿**حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ**﴾ کی پیاری دلنواز تفسیر اس آیت نے فرمادی، یعنی تمہارا حق قبول کرلینا تمہارا راہِ ہدایت پر گامزن ہوجانا، ہر طرف سے مُنہ موڑ کر تمہارا طالب مولیٰ بن جانا ہی میری ان ساری جانکاہیوں، جانفشانیوں، دل گدازیوں اور مشقتوں کا بہترین صلہ ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہٖ الرؤف الرحیم وسلم۔

رحمت عامہ ورحمت خاصہ :

حضور ﷺ رحیم تو سارے عالم پر ہیں یعنی رحمت عامہ سارے عالم کے لئے ہے ﴿**وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ**﴾ مگر رحمت خاصہ یعنی رؤف ورحیم صرف مسلمانوں پر ہیں۔ سورج روشنی دینے والا ساری دُنیا کو ہے مگر روشنی اور پھل

دونوں صرف باغوں کو دیتا ہے۔ بارش ساری زمین کوتری دیتی ہے مگر تری وسبزی دونوں نفیس زمین کو دیتی ہے یا موتی صرف سمندر کی سیپ کو۔

رؤف بنا ہے رافۃ سے بمعنیٰ مشقت اور مصیبتوں کا دفع کرنا۔ رحیم رحمت کا بمعنیٰ احسان کرنا' مفید چیزیں عطا کرنا بغیر استحقاق۔ رافۃ کا ذکر رحمت سے پہلے ہے کہ مضر چیزوں کا دفع پہلے ہوتا ہے مفید کی عطا بعد میں۔ بعض نے فرمایا کہ حضور ﷺ اپنے قرابتداروں' عزیزوں پر رؤف ہیں' اپنے دوستوں پر رحیم۔ یا جس نے حضور ﷺ کو دیکھا اس پر رؤف ہیں جو بغیر دیکھے آپ پر ایمان لائے ان پر رحیم (روح المعانی) یا پرہیزگاروں پر رؤف ہیں' گنہگاروں پر رحیم یا اس کے برعکس۔

قرآن کریم میں ارشاد ہے ﴿اِنَّ اللّٰہ بِالنَّاسِ لَرَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ﴾ ثابت ہوا کہ رؤف اور رحیم اللہ تعالیٰ کی صفتیں ہیں مگر یہی صفتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمائی ہیں۔ حضور ﷺ کی یہ صفات عطائی ہیں۔ رب تعالیٰ نے یہ دونوں نام اپنے حبیب کو عطا فرمائے ہیں کسی نبی کو رب تعالیٰ کے دو نام نہیں ملے۔

حضور ﷺ کی شانِ رحیمیت کا کیا کہنا کہ جن کے دُنیا میں تشریف لانے سے سسکتی ہوئی انسانیت کو نسیم بہار کے جھونکے نصیب ہوئے۔ جو انسانیت بے چارگی کے عالم میں پاؤں تلے روندی جارہی تھی اسی پر چارہ ساز آفتاب تاب نے اپنے نور کی چمک ڈالی تو مظلومیت کی شکار انسانیت نے سکون کا سانس لیا۔ رحمت مصطفوی کیا تھی؟ وہ تو ایک اُجالا تھا' ایک نور کا ہالا تھا جس کی نورانی کرنوں نے ساری کائنات کو روشن کر دیا۔ حضور ﷺ کی رحمیت ورحیمیت کا فیضان کس نے نہ پایا؟ آپ کی رحمت کا فیضان تو غیر مسلموں نے پایا۔ اگر کوئی کافر بھوکا بھی آجاتا تو آستانہ محمد ﷺ کے دستر خوان سے بھوکا نہ جاتا۔

حضور ﷺ کی مہربانیاں کس پر نہیں؟ کافروں مشرکوں نے حضور ﷺ پر ظلم وزیادتی کی انتہا کر دی مگر اپنی ذات کی خاطر کسی سے بھی بدلہ نہ لیا' بلکہ ظلم کرنے والوں کو معاف کر دیا۔

حضور ﷺ کی مہربانیاں اپنوں پر ہی نہیں؟ مکہ والے قحط کی وجہ سے جانور کی ہڈیاں اور مُردار کھانے پر آ گئے' حضور ﷺ نے اُن کے جبر وتشدد کو نہ دیکھا بلکہ اُن کے لئے قحط سالی برداشت نہ کر سکے۔ دُعا کے لئے بارگاہِ ایزدی میں ہاتھ اُٹھا دیئے' دُعا کی برکت سے مکہ والوں کی قحط سے جان چُھوٹ گئی۔

حضور ﷺ اتنے مہربان کہ صحابیہ نے عرض کی کہ آقا! میری ماں کافرہ ہے وہ کچھ مانگتی ہے کیا میں اس کے ساتھ صلہ رحمی کروں؟ فرمایا' ہاں۔۔ تُو اپنی ماں سے صلہ رحمی کر۔

حضور ﷺ کی مہربانیوں کا دروازہ کب بند ہوا؟ غزوۂ خیبر کے موقع پر سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آقا! کیا یہودیوں سے لڑ کر اُن کو مسلمان بنا لیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا' نرمی کے ساتھ اُن کے سامنے اسلام پیش کرو۔ اگر ایک شخص بھی تمہاری ہدایت سے اسلام لے آئے تو سرخ اونٹوں سے بہتر ہے۔

حضور ﷺ کی مہربانیوں کے دروازے کسی پر بھی بند نہ ہوئے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر حضور ﷺ نے قیدیوں کو صحابہ میں تقسیم فرما کر سب صحابہ سے مشورہ لیا' اُن قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے رائے لی تو آپ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ۔ یہ لوگ کفر وشرک میں مبتلا ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ان پر غلبہ دیا ہے اب اُن کی گردنیں اُڑا دینی چاہیئے' اس لئے کہ ان لوگوں نے ہم پر بڑے ظلم کئے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

سے رائے لی' آپ نے عرض کی' یارسول اللہ ﷺ ان لوگوں سے فدیہ لے کرآزاد کردینا چاہیئے۔ حضور ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رائے پسند فرمائی اور سب سے فدیہ لے کرآزاد کردیا۔

یہ حضور ﷺ کی مہربانیوں کا مختصر تذکرہ تھا۔حضور ﷺ کی حیات طیبہ انسانیت کی ہدایت کے لئے مینارنور کی حیثیت رکھتی ہے اگر ہم اپنے اعمال وافعال کوحضور ﷺ کی شانِ رحیمیت کے تابع کرلیں تو کیوں نہ ہمارے ظاہر وباطن کا تضاد مٹ جائے۔

حضور ﷺ دُنیا کے لئے اللہ تعالٰی کی رحمت' اللہ تعالٰی کی امان ہیں کہ حضور کی وجہ سے دُنیا میں عذاب الٰہی نہیں آتے ہیں۔ جن گناہوں کی وجہ سے گذشتہ قوموں پر عذاب آئے تھے اب اُن گناہوں پر آسمانی عذاب کیوں نہیں آتے؟ صرف حضور ﷺ کی موجودگی کی وجہ سے۔

حضور ﷺ پردہ فرمانے کے بعد بھی ہم میں موجود ہیں۔حضور ﷺ کا فیضان آپ کی وفات سے بند نہیں ہوا۔اگر حضور ﷺ بعد وفات ہم میں نہ رہتے تو عذاب الٰہی آجاتے' سورج غروب ہونے کے بعد بھی فیض پہنچا تا رہتا ہے' حضور ﷺ ہر وقت ہر جگہ ہمارے پاس' ہمارے ساتھ' ہم میں ہیں۔

اگر حضور ﷺ ہم میں ایک آن کے لئے نہ رہیں تو عذاب الٰہی آجائے۔ ہم صرف حضور ﷺ کی وجہ سے عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔ رب تعالٰی فرماتا ہے:

﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ اور فرماتا ہے **﴿اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ﴾** حضور انور ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور رحمت ہم سے قریب ہے۔

دُرود وسلام ہو اس ذاتِ مقدس پر جو سراپا رحمت ہے۔حضور ﷺ کی ذات بابرکات دُنیا میں کفار کے لئے بھی رحمت ہے کہ وہ حضور ﷺ کی وجہ سے امن میں ہیں۔

حضور ﷺ تمام رحمت الٰہیہ کی اصل ہیں جیسے بارانِ رحمت سے جو ملک محروم ہے وہ تمام غذاؤں' پھلوں سے محروم' جہاں رحمت کی بارش ہے وہاں ہر قسم کی غذا ہے۔ یوں ہی حضور ﷺ بارانِ رحمت ہیں جو حضور ﷺ سے قریب ہے وہ ہر رحمت سے قریب' جو حضور ﷺ سے محروم ہے وہ ہر رحمت سے محروم ہے۔

رؤف ورحیم اور رحمت :

حضور ﷺ مومنین کے لئے رؤف ورحیم اور عالم کے لئے رحمت ہیں۔ ﴿وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ رَؤُفٌ رَّحِيْمٌ ﴾ رحمت عجیب چیز ہے۔اگر حضور ﷺ کے لئے تنہا رحیم کا لفظ استعمال کیا جاتا تو مفہوم کچھ اور تھا' مگر حضور ﷺ صرف رحیم ہی نہیں ہیں رحمت بھی ہیں۔اور رحمت ہیں تو سارے عالم کے لئے رحمت ہیں۔ رحیم کہتے ہیں رحمت والے کو' جس کے رحمت قریب ہو جائے وہ رحیم ہے۔تو کیا رحیم سے رحمت دُور ہوسکتی ہے؟ پانی سے پانی الگ نہیں ہوسکتا' ٹھنڈک سے ٹھنڈک دُور ہو جائے ایسا نہیں ہوسکتا' گرمی سے گرمی کیسے نکالی جائے گی' رحمت سے رحمت نہیں نکل سکتی۔تو رسول تم رحمت ہو اور ایسی رحمت ہو کہ کبھی تمہارے دامن سے مہربانی الگ نہیں ہوسکتی۔ ہر وقت تم رحمت ہو۔ ہر آن میں تم رحمت ہو' اور ایسی رحمت ہو' اپنے لئے بھی رحمت ہو' پرائے کے لئے بھی رحمت ہو' دشمن کے لئے بھی رحمت ہو' دوست کے لئے بھی رحمت ہو' سارے عالم کے لئے رحمت ہو۔ اس میں دوست اور دشمن میں کوئی تفریق نہیں ہے۔

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ﴾ کے مختلف تراجم :

(☆) 'اور ہم نے آپ کو اور کسی بات کے واسطے نہیں بھیجا مگر دُنیا جہان کے لوگوں یعنی مکلفین پر مہربانی کرنے کے لئے' (اشرف علی تھانوی)

(☆) 'اور ہم نے دُنیا جہان کے لوگوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے' (میرٹھی)

(☆) 'اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہربانی کر کر جہان کے لوگوں پر' (محمود الحسن دیوبندی)

(☆) 'اے محمد ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ دراصل دُنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے' (مودودی)

(☆) 'اور ہم نے تم کو دُنیا والوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے' (مودودی تفسیر)

وہابیوں کے ان ترجموں میں چار طرح خیانت اور بدنیتی ہے۔ عام طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ فقط جلاپا اور حسد کی عداوت ہے۔

(۱) آیت کے الفاظ میں دُنیا جہان کا لفظ نہیں ہے۔

(۲) آیت میں مکلفین لوگوں کا لفظ نہیں ہے۔ یہ صرف انسانوں کو کہا جاتا ہے۔

(۳) 'بنا کر بھیجا'۔ آیت میں بنا کر لفظ نہیں ہے۔ اس خیانت نے بتایا کہ حضور نبی کریم ﷺ پہلے رحمت نہیں تھے جب بعثت ہوئی تب رحمت بنے۔

(۴) دُنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔ یہ الفاظ آیت میں نہیں۔

اس ترجمہ کا مفہوم ہے کہ نبی کی ذات بالکل رحمت نہیں۔ اُن کو بھیجنا ہماری رحمت ہے۔ اگر آیت کا یہی مقصودِ بیان ہوتا تو **رَحۡمَةً مِنَّا** ہوتا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر یہاں **عالمین** کا ترجمہ اپنی بددیانتی اور خیانت سے دُنیا والے مکلفین کرنا ہے یا یہ کہنا ہے کہ اور کسی بات کے واسطے نہیں۔ تو **رب العٰلمین** میں بھی **عالمین** کا

ترجمہ صرف دُنیا والوں اور مکلفین لوگوں کا رب کہو۔ اور آدھی جہنم کیوں لیتے ہو، پوری جہنم حاصل کرو۔ بہرکیف یہ علمی جہالت نہیں بلکہ حسد وعداوت کی جہالت ہے۔

اب علمائے اہلِ سُنّت کے ان تراجم کو ملاحظہ فرمائیں :

'اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے' (کنزالایمان، اعلیٰ حضرت)

'اور نہیں بھیجا ہم نے تمہیں، مگر رحمت سارے جہاں کے لئے'۔

(معارف القرآن، حضور محدث اعظم ہند)

'اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو، مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لئے۔

(ضیاءالقرآن، حضرت پیر محمد کرم شاہ)

'اور ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے' (تفسیر تبیان القرآن)

رحمۃ للعٰلمین کی تفسیر صدرالافاضل سے :

صدرالافاضل مولانا سید محمد نعیم الدین اشرفی مرادآبادی، خزائن العرفان میں لکھتے ہیں:

'کوئی ہو، جن ہو یا انس، مومن ہو یا کافر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ حضور کا رحمت ہونا عام ہے، ایمان والے کے لئے بھی اور اس کے لئے بھی جو ایمان نہ لایا ہو۔ مومن کے لئے تو آپ دُنیا اور آخرت دونوں میں رحمت ہیں اور جو ایمان نہ لایا اُس کے لئے آپ دُنیا میں رحمت ہیں کہ آپ کی بدولت تاخیر عذاب ہوئی اور خسف (زمین میں دھنسانے کا عذاب) ومسخ (شکل بدل دینے کا عذاب) اور استیصال (کسی قوم کو جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا) کے عذاب اُٹھا دیئے گئے۔ تفسیر روح البیان میں ہے کہ ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر رحمت مطلقۃ، تامہ، کاملہ، عامہ، شاملہ، جامعہ، محیطہ، بہ جمیع مقیدات، رحمت غیبیہ وشہادت علمیہ، وعینیہ ووجودیہ وشہودیہ

وسابقہ ولاحقہ وغیر ذالک' تمام جہانوں کے لئے' عالم ارواح ہوں یا عالم اجسام' ذوی العقول ہوں یا غیر ذوی العقول اور جوتمام عالموں کے لئے رحمت ہو' لازم ہے کہ وہ تمام جہانوں سے افضل ہو'۔ (خزائن العرفان)

رحمۃ للعلمین کی تفسیر امام رازی سے :

امام فخرالدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں :

'نبی ﷺ دِین میں بھی رحمت ہیں اور دُنیا میں بھی رحمت ہیں کہ نبی ﷺ کو جس وقت بھیجا گیا لوگ جہالت اور گمراہی میں تھے اور اہل کتاب میں سے یہود و نصاریٰ اپنے دِین کے معاملہ میں زحمت میں تھے' اُن کا اپنی کتابوں میں بہت اختلاف تھا' اللہ تعالیٰ نے اس وقت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو رسول بنا کر بھیجا جب طالبِ حق کے سامنے نجات کا کوئی راستہ نہیں تھا' اُس وقت آپ نے لوگوں کو حق کی دعوت دی اور نجات کا راستہ دکھایا اور اُن کے لئے احکام شرعیہ بیان کیے اور حلال اور حرام میں تمیز دی۔

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴾ (ال عمران/۱٦۴)

یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے' پڑھتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنھیں اور سکھاتا ہے اُنھیں قرآن اور سُنّت (کتاب وحکمت) اگر چہ وہ اس سے پہلے یقیناً کُھلی گمراہی میں تھے۔

اور آپ دُنیا میں اس لئے رحمت ہیں کہ آپ کی وجہ سے اُن کو ذلت' قتال اور مختلف جنگوں سے نجات ملی اور آپ کے دین کی برکت سے انہیں فتح حاصل ہوئی'

رحمۃ للعٰلمین کی تفسیر علامہ آلوسی سے :

صاحبِ تفسیر روح المعانی علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں :

'اس آیت کا معنٰی یہ ہے کہ ہم نے آپ کو صرف اس سبب سے بھیجا ہے کہ آپ تمام جہانوں پر رحم کریں یا ہم نے آپ کو صرف اس حال میں بھیجا ہے کہ آپ تمام جہانوں پر رحم کرنے والے ہیں اور ظاہر یہ ہے کہ تمام جہانوں میں کفار بھی شامل ہیں کیونکہ آپ کو جو دِین دے کر بھیجا ہے اس میں دُنیا اور آخرت کی سعادت اور مصلحت ہے۔ یہ اور بات ہے کہ کافروں میں آپ سے استفادہ کی صلاحیت نہ تھی تو انہوں نے اپنے حصہ کی رحمت کو ضائع کر دیا' جیسے کوئی پیاسا شخص دریا کے کنارے کھڑا ہو اور پانی کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے یا کوئی شخص دھوپ میں آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو تو اس سے دریا کی فیاضی اور سورج کی روشنی پہنچانے میں کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور اُن کا ہے جنھوں نے پانی کی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا یا روشنی کے باوجود آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے لئے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ آپ تمام ممکنات پر اُن کی صلاحیت کے اعتبار سے فیضِ الٰہی کے لئے واسطہ ہیں اسی لئے آپ (ﷺ) کا نور اوّل المخلوقات ہے' اور حدیث میں ہے اے جابر ! سب سے پہلے اللہ نے تمہارے نبی کے نور کو پیدا کیا' اور حدیث میں ہے اللہ عطا کرنے والا ہے اور میں تقسیم کرنے والا ہوں' اور ابن القیم نے مفتاح السعادۃ میں لکھا ہے اگر نبی نہ ہوتے تو جہان میں کوئی چیز کسی کو نفع نہ دیتی' نہ کوئی نیک عمل ہوتا' نہ روزی حاصل کرنے کا کوئی جائز طریقہ ہوتا اور نہ کسی حکومت کا قیام ہوتا اور تمام لوگ جانوروں اور درندوں کی طرح ہوتے' ایک دوسرے پر حملہ کرتے اور ایک دوسرے سے چھین کر کھا جاتے۔ سو دُنیا میں جو بھی خیر اور نیکی ہے وہ آثار نبوت سے ہے اور جو شر اور بُرائی ہے وہ آثارِ نبوت

کے مٹ جانے یا چھپ جانے کی وجہ سے ہے۔ پس یہ عالم ایک جسم ہے اور نبوت اس کی رُوح ہے اور جب زمین پر نبوت کے آثار میں سے کوئی اثر باقی نہیں رہے گا تو آسمان پھٹ جائے گا' ستارے بکھر جائیں گے' سورج کو لپیٹ دیا جائے گا' چاند تاریک ہو جائے گا' پہاڑوں کو جڑ سے اُکھاڑ کر روئی کے گالوں کی طرح منتشر کر دیا جائے گا' زمین میں زلزلہ آ جائے گا اور جو لوگ زمین کے اُوپر ہیں وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ پس اس جہان کا قیام آثارِ نبوت کی وجہ سے ہے اور جب نبوت کا کوئی اثر نہیں رہے گا تو یہ جہان بھی نہیں رہے گا۔ بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ **العالمین** سے مراد صرف مومنین ہیں (جیسے محمود الحسن دیوبندی' اشرف علی تھانوی' ابوالاعلیٰ مودودی' عاشق الٰہی میرٹھی ......) میرے نزدیک یہ لوگ اس حق پر مطلع نہیں ہو سکے جس کی اتباع واجب ہے اور حقائق پر مطلع ہو کر ان لوگوں کا رَد کرنا بہت آسان ہے اور میرا یہ نظریہ ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ **العٰلمین** کے ہر فرد کے لئے رحمت ہیں خواہ وہ فرشتوں کا عالم ہو یا انسانوں کا عالم ہو یا جنات کا عالم ہو' اور انسانوں میں بھی آپ مومنوں اور کافروں سب کے لئے رحمت ہیں' اسی طرح جنات میں بھی سب کے لئے رحمت ہیں' البتہ رحمت کا فیضان ہر فرد پر اُس کی صلاحیت کے اعتبار سے ہوتا ہے۔ (روح المعانی)

رحمۃ للعٰلمین کی تفسیر علامہ سعیدی سے :

صاحبِ تفسیر تبیان القرآن علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں :

'ہمارے نزدیک اس آیتِ کریمہ کا مصداق رسول اللہ ﷺ کی ذاتِ گرامی ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو سراپا اور مجسم رحمت بنا کر بھیجا ہے' اور بانی جماعتِ اسلامی ابوالاعلیٰ مودودی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے : اے محمد ! ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یہ

دراصل دُنیا والوں کے حق میں ہماری رحمت ہے۔اس آیت کا یہ ترجمہ صحیح نہیں ہے اور تواتر اور اجماع سے حضورﷺ کو جو رحمۃ للعالمین کا مصداق قرار دیا گیا ہے اس کے خلاف ہے۔ اسی طرح مفسرین کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ سیدنا محمد رسول اللہﷺ ہر ہر عالم کے لئے رحمت ہیں خواہ فرشتوں کا عالم ہو' جنات کا عالم ہو' انسانوں کا عالم ہو اور خواہ انسانوں میں سے کافر ہوں' مسلمان ہوں' اولیاء ہوں یا انبیاء علیہم السلام ہوں' آپ سب کے لئے رحمت ہیں' اور خواہ حیوانوں کا عالم ہو' یا نباتات کا عالم ہو یا جمادات کا عالم ہو' آپ ہر ہر عالم کے لئے رحمت ہیں۔اس لئے محمود الحسن دیو بندی کا یہ لکھنا صحیح نہیں ہے کہ آپ صرف لوگوں کے لئے رحمت ہیں اور نہ اشرف علی تھانوی کا یہ ترجمہ اور تفسیر صحیح ہے کہ آپ صرف مکلفین کے لئے رحمت ہیں۔ مکلّف ہو یا غیر مکلّف انسان ہو' جن ہو یا فرشتہ' حیوان ہو یا شجر وحجر ہو آپ سب کے لئے رحمت ہیں۔ اللہ تعالیٰ رب العٰلمین ہے اور آپ رحمۃ للعالمین ہیں۔جس جس چیز کے لئے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت ہے اُس اُس چیز کے لئے آپ رحمت ہیں' وجود عین وجود ہے اور ہر چیز کو وجود آپ کے واسطہ سے ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو عطا کرنے والا ہے اور آپ ہر چیز کو تقسیم کرنے والے ہیں۔ آپ کی کنیت ابوالقاسم صرف اس لئے نہیں تھی کہ آپ کے فرزند ارجمند کا نام قاسم تھا' بلکہ ابوالقاسم کا معنٰی ہے سب سے زیادہ تقسیم کرنے والے اور ابتداء آفرینش عالم سے لے کر قیامت تک جس کو بھی جو نعمت ملتی ہے وہ آپ کی تقسیم سے ملتی ہے۔ تمام دینی اور دُنیوی اُمور میں آپ ابتداء آفرینش عالم سے تقسیم کرنے والے ہیں :

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو   چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو   بزمِ توحید بھی دُنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے — نبضِ ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے
تیری نگاہ ناز سے دونوں مراد پا گئے — عقل غیاب وجستجو عشق حضور واضطراب
شوکت سنجر وسلیم تیرے جلال کی نمود — فقرِ جنید وبایزید تیرا جمال بے نقاب
وہ دانائے سبل ختم الرسل مولائے کل جس نے — غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا
نگاہِ عشق ومستی میں وہی اوّل وہی آخر — وہی قرآں وہی فرقاں وہی یٰسین وہی طٰہٰ

☆☆☆

رحمت کے مظاہرے :

حضورﷺ نے اپنی شانِ رحمت کا اظہار فرماتے ہیں: **انما انا رحمة مهداة** (مستدرک حاکم) یعنی میں وہ رحمت ہوں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی۔

میرے رسول کی رحمت تو عام ہے۔ رسول کی رحمت کفار مکہ سے پوچھو' اور اس منظر کو یاد کرو کہ میرا رسول مکے کی سرزمین پر فاتحانہ شان سے آیا تھا۔ وہ قوم جس نے رسول کو اپنے وطن میں رہنے نہ دیا' وہ قوم جس نے رسول کی راہ میں کانٹے بچھائے تھے' وہ قوم جس نے مدینہ میں بھی چین وسکون سے رہنے نہ دیا تھا' وہ قوم جس نے رسول کے چاہنے والوں کے سینے پر پتھر رکھا تھا۔ وہ قوم جس نے رسول کے چاہنے والوں کو آگ کے حوالے کیا تھا' آج وہ قوم محکوم اور مفتوح کی حیثیت سے سامنے ہے اور سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جوش شجاعت شباب پر ہے **اليوم يوم الملحمة اليوم يوم الملحمة** آج خون بہانے کا دن ہے' آج انتقام لینے کا دن ہے۔ سیدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ یہ کہہ رہے ہیں مگر میرا رسول یہ کہہ رہا ہے **اليوم يوم المرحمة اليوم يوم المرحمة** آج رحمتوں کا دن ہے۔آج احسان کرنے کا دن ہے' آج معاف کرنے کا دن ہے' آج مہربانی کا دن ہے اور

یارسول اللہﷺ ! واقعی آپ سارے عالم کے لئے رحمت ہیں۔ میرے رسول کہتے ہیں کہ جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اُس کو امان۔ ابوسفیان کون ہیں؟ یہ وہی ہیں جن کے گھر میں اسلام کو مٹانے کے منصوبے بنتے تھے۔ یہ حضرت ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) وہی ہیں جو ایمان لانے سے قبل رسول کی دشمنی کا پورا پورا حق ادا کرتے تھے۔ یہ حضرت ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) وہی ہیں جن کا گھر دارِفتنہ بنا ہوا تھا۔ یہ حضرت ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) وہی ہیں جن کے گھر میں نہ جانے کتنے فتنوں کے پروگرام بنتے تھے مگر رسول کہہ رہے ہیں جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اُس کو امان ہے۔ جو ابوسفیان کے گھر میں چلا جائے اُس کا خون معاف ہے۔ دُنیا کے سلطانوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جب کہیں جاتے ہیں تو وہاں کے چمن کو تاراج کر دیتے ہیں، دارِامن کو دارِفتنہ بنا دیتے ہیں اور یہ نبی کی رحمت ہے کہ دارِفتنہ کو دارالامان بنا رہی ہے۔

کرم سب پر ہے کوئی ہو کہیں ہو تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو

ایک مرتبہ کفار کے لئے جب دُعائے ہلاکت کرنے کی التجا کی گئی تو حضورﷺ نے فرمایا **انما بعثت رحمۃ ولم ابعث عذابا** یعنی اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب بنا کر نہیں بھیجا بلکہ سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔

رسول کی رحمت کو اگر دیکھنا ہے تو میدان طائف میں دیکھو۔ وہ قوم جس نے رسول کو تقریر نہ کرنے دیا۔ جس نے آپ کے اُوپر پتھر برسائے، اور پھر ایک وقت آیا کہ 'ملک الجبال' پہاڑوں کا فرشتہ حاضر ہے: اے اللہ کے رسول آپ حکم دیجئے اس قوم کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے! اِن دونوں پہاڑوں کو اگر چاہیں تو میں ملا دوں۔ یہ قوم ہمیشہ کے لئے نیست و نابود ہو جائے۔ ایسے وقت میں انتقامی جذبہ کتنا جوش و شباب پر ہوا کرتا ہے۔ مگر میرے رسول نے کہا میں یہ نہیں چاہتا یہ

ہلاک ہو جائیں اور اُن پر قوم نوح، قوم لوط اور قوم مدین کا عذاب آ جائے ۔۔۔ میں اِن پر عذاب نہیں رحمت چاہتا ہوں ۔۔ اے دینے والے اگر تو انہیں کچھ دینا چاہتا ہے تو عذاب نہ دے بلکہ نجات دیدے، ہدایت دے دے، اے دینے والے اگر تو کچھ دینا چاہتا ہے تو راہ مستقیم پر لگا دے۔ پیارے رسول کے کیا پیارے الفاظ ہیں۔ **بل ارجو ان اخرج اللہ من اصلابھم من یعبد اللہ وحدہ لایشرک بہ شیئا** میں یہ نہیں چاہتا کہ اُن کو مٹا دیا جائے، میں یہ نہیں چاہتا کہ انکو نیست و نابود کر دیا جائے، میں یہ نہیں چاہتا کہ دھرتی سے انکے نام ونشان کو مٹا دیا جائے ۔۔ میں تو یہ چاہتا ہوں کہ اولاً تو انھیں ایمان والا بنا دیا جائے اور اگر اُن کے مقدر میں ایمان نہیں ہے تو کم سے کم اُن کی پشت سے ایک ایسی قوم نکلے جو ایک خدا کی عبادت کرے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ علماء کہتے ہیں کہ رسول کی بصیرت دیکھ رہی تھی کہ یہ ایمان لانے والے ہیں، اور اُن کی پشت میں ایمان لانے والے بھی ہیں، ابھی پیدا نہیں ہوئے، ابھی پشت ہی میں ہیں مگر رسول انھیں ابھی سے بچا رہے ہیں۔

رحمۃ للعالمینی کا اہم اور مبارک ترین پہلو یہ ہے کفر وشرک میں ڈوبی ہوئی دُنیا کو پھر نورِ توحید سے جگمگا دیا۔ بندے کا تعلق اپنے رب سے جوڑ دیا۔ اس کا دل جو دُنیا بھر کی خواہشات کا کباڑ خانہ بنا ہوا تھا اُسے تمام آلائشوں سے پاک کیا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کا روشن چراغ اس میں رکھا۔ انسانیت کا کاروان اپنی منزل کی تلاش میں صدیوں سے بھٹک رہا تھا اُسے اپنی منزل کا پتہ بھی دیا اور وہ راہ بھی بتائی جو اُسے منزل تک لے جا سکتی تھی۔ صرف اسی پر بس نہیں، بلکہ مسافر کے دل میں منزل کا اتنا شوق پیدا کر دیا کہ وہ ہر طرف سے پہلو بچا کر اپنی منزل کی طرف بیتابانہ وارگامزن ہو گیا۔

رحمت اور مؤمنین کا مقدّر :

﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ اے محبوب ہم نے سارے عالم کے لئے تجھے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اس میں دوست و دشمن کی تفریق نہیں۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے' انبیاء کرام آئے ایک قوم کے لئے رحمت' ایک زمانے کے لئے رحمت' ایک ماحول کے لئے رحمت۔ مگر میرا رسول آیا تو سارے عالم کے لئے رحمت۔ اولین وآخرین کے لئے رحمت' انبیاء ومرسلین کے لئے رحمت' تمام کائنات کے لئے رحمت۔۔ مگر رحمت اور ہے اور محبت اور ہے۔ محبت ورأفت کی جب بات آئے گی تو ﴿بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ﴾ یہ تو صرف مومنین کا مقدر بن چکی ہے۔ رسول کی محبت اگر ہوگی تو ایمان والوں سے ہوگی۔ رحمت تو سبھی کے ساتھ ہے مگر محبت صرف ایمان والوں کے ساتھ ہے۔

سوال یہ ہے کہ جب رسول سب کے لئے رحمت ہیں تو اس رحمت سے سب کو فائدہ ہوا کہ نہیں؟ دیکھو بارش سب کے لئے رحمت۔ بارش ہوئی تو ہر جگہ ہے۔ رئیسوں کے ایوانوں پر بھی' غریبوں کی جھونپڑیوں پر بھی' چٹیل میدان میں بھی اور سبزہ زاروں پر بھی۔ برسنے کا ایک ہی انداز مگر کیا سب کو یکساں فائدہ ملتا ہے؟ اور اگر سب فائدہ حاصل نہ کر سکیں تو فائدہ دینے والے کا کیا قصور ہے؟ یہ کیا بات کہ اسی آگ میں لوہا گیا تو سرخ ہو کر نکلا اور پتھر گیا تو سیاہ ہو کر نکلا۔ جس آگ نے لوہے کو سرخی دی تھی اس نے پتھر کو سیاہی کیوں دی؟ تو یہی جواب دوگے لوہا سرخ ہونے کی صلاحیت رکھتا تھا پتھر کے مقدر میں سیاہی تھی۔ جس رسول نے صدیق اکبر کو آسمان صدق وصداقت کا آفتاب بنایا' وہاں سے ابوجہل کچھ نہ لے سکا۔ جس رسول نے فاروق اعظم کو فرقِ انسانیت کا تاجدار بنایا' اُس رسول سے ابولہب کچھ نہ

لے سکا۔ تو معلوم یہ ہوا کہ دینے والا تو سبھی کو دینے آیا تھا' لینے والوں میں صلاحیت ہی نہیں تھی۔ دینے والا ایک ہی انداز سے دیا کرتا ہے۔ الغرض بارش ہر جگہ ہوئی' اب اگر کوئی فائدہ نہ اُٹھائے تو برسنے والے کا کیا قصور؟ دریا کے کنارے کوئی پیاسا مر جائے تو دریا کا کیا قصور؟ دسترخوان لگا ہوا ہے کوئی بھوکا مر جائے' تو کھانے کا کیا قصور؟ ہاتھ میں دوا لئے ہو' اور بے دوا مر جائے تو اس میں دوا کا کیا قصور؟

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں وہ ہر عالم میں رہتے ہیں
بہ فیض رحمۃ للعالمین رحمت ہی رحمت ہے

﴾☆☆☆ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کو جن کمالات صوری ومعنوی' خلقی' وہبی وکسبی سے مشرف فرمایا وہ بلا شک وشبہ بے مثال اور بے نظیر ہیں اوران کمالات کو قرآن کریم کی آیات طیبہ میں جس انداز سے بیان فرمایا اس کا بھی جواب نہیں۔ ان آیات کو پڑھ کر اگر ایک طرف عبد محبوب کے مرتبہ کمال کا پتہ چلتا ہے تو دوسری طرف ان کمالات کے بخشنے والے کی شان کریمی اور ادائے بندہ نوازی دیکھ کر بے ساختہ دل وزبان سے سبحان اللہ! سبحان اللہ!! کی صدا بلند ہوتی ہے لیکن اس آیت کریمہ میں جو جامعیت ہے اس نے اس کو دیگر آیات سے ممتاز کر دیا ہے جو کمالات اور صفات عالیہ متفرق اور منتشر تھیں اُن سب کو یہاں یکجا کر دیا ہے۔ اس آئینہ میں حُسن محمدی اور جمال احمدی کی ساری رعنائیاں' اور دلربائیاں بکمال لطافت جلوہ نما ہیں۔

حضور ﷺ کی شان رحیمیت :

رحیم وہ صفت ہے جو صفات الٰہیہ اور صفات محبوب کائنات ﷺ دونوں میں مشترک ہے جب ہم کوئی کام شروع کرتے ہیں تو **بسم اللہ الرحمٰن الرحیم** پڑھتے ہیں۔ رحمٰن

کے بعد صفت رحیم آتی ہے۔ جب قرآن مجید کی سورہ فاتحہ پڑھتے ہیں تو رب تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد اس کی صفات کا بیان شروع ہوتا ہے جو **مالك يوم الدين** پر ختم ہوتا ہے تو اس میں بھی **الرحمن الرحیم** شامل ہے۔

اللہ تعالیٰ جو فلسفہ سمجھانا چاہتا ہے وہ یہ کہ انسان کمال انسانیت کو پھر پا سکتا ہے جب اس کی صفات کا کامل ظہور صفات انسانی سے ظاہر ہو اور بندہ اس کی صفات کمالیہ کا عکس جمیل ہے یہی بات ہے جب اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کاملہ کا پَرتو کامل اپنے محبوب کو پایا تو رب تعالیٰ نے اپنے پیارے بندے کو مقام محبوبیت پر فائز کر کے اپنی صفات کا ظہور کامل قرار دیا اور اپنے کلام میں اپنی صفات ازلی وابدی کا ذکر فرمایا تو ساتھ ہی اپنے محبوب حقیقی ﷺ کی صفات جلیلہ کا اعلان بھی کر دیا اسے اس نے رحمت و رافت کا پیکر بنا کر دُنیا میں مبعوث فرمایا۔ اس انسانی کامل کی عظمت و رحمت عامہ اور خاصہ کا کیا کہنا جس کے اوصاف عالیہ کی خود خالق یوں گواہی دے رہا ہے۔

﴿**لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَاعَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ**﴾ (التوبہ/ ۱۲۸) بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسول تم میں سے، گراں گزرتا ہے اُس پر تمہارا مشقت میں پڑنا، بہت ہی خواہشمند ہے تمہاری بھلائی کا، مومنوں کے ساتھ بڑی مہربانی فرمانے والا، بہت رحم فرمانے والا ہے۔

اس آیت کریمہ میں حضور ﷺ کی کمال رحمت کا ذکر واشگاف الفاظ میں کیا جارہا ہے اور فرما دیا اس کی رحمت کا سایہ صرف اپنے ہی مکی دور تک محدود نہ تھا بلکہ قیامت تک جو وقت جو زمانہ آئے گا ہر زمانے پر میرے پیارے عبدالرحیم کی رحمت کی چادر کا سایہ ہوگا۔

مومنین کے لئے حضور نبی الرحمہ ﷺ کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ﴿ **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِه وَيُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ** ﴾ (ال عمران/۱۶۴) یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اُس نے بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے، پڑھتا ہے اُن پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے اُنھیں اور سکھاتا ہے اُنھیں قرآن اور سُنّت (کتاب وحِکمت) اگر چہ وہ اس سے پہلے یقیناً کُھلی گمراہی میں تھے۔

اگر چہ حضور انور ﷺ کی تشریف آوری سارے جہانوں پر ہی نعمت اور احسان ہے مگر چونکہ اس سے پورا اور دائمی فائدہ مسلمانوں نے ہی اُٹھایا اس لئے خصوصیت سے یہاں انہی کا ذکر ہوا، دیکھو حضور انور ﷺ کی برکت سے دُنیا میں عذاب الٰہی آنا بند ہوئے، حضور ﷺ کی تشریف آوری، اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے کہ رب تعالیٰ نے قرآن کریم میں کسی نعمت پر لفظ مَنّ نہیں فرمایا۔صرف اس نعمت پر ہی فرمایا۔ وجہ ظاہر ہے کہ ساری دُنیاوی نعمتیں فانی ہیں اور ایمان وعرفان وغیرہ باقی اور یہ حضور ﷺ ہی سے ملیں، نیز حضور انور ﷺ ساری نعمتوں کو نعمت بنانے والے ہیں۔ اگر جسم وجان، اولاد، مال وغیرہ کو حضور انور ﷺ کی تعلیم کے مطابق استعمال کیا جائے تو یہ سب رحمتیں ہیں ورنہ زحمتیں۔ نیز ہمارے اعضاء قیامت میں ہماری شکایتیں کر کے پردہ دری کریں گے مگر حضور ﷺ ہماری سفارش اور پردہ پوشی فرمائیں گے۔ ہماری مغفرت حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے ہی ہوگی۔

(دیکھیں ہماری کتاب 'مغفرت الٰہی بوسیلۃ النبی')

رحمۃ للعالمین کا حلم :

رحمت دو عالم ﷺ کا حلم جیسا کہ منقول ہے، وہ روز روشن کی طرح عیاں اور دُنیا سے نرالا ہے۔ کوئی حلیم اور بردبار ایسا نہ ہوگا جس سے ایسے مواقع پر انتقام کے طور پر کوئی فعل سرزد نہ ہوا ہو اور جواباً اُس نے کوئی بات نہ کہی ہو لیکن آپ کی ذات ستودہ صفات ہی ایسی ہے کہ جتنی تکلیف و اذیت بڑھتی گئی اسی قدر صبر اور برداشت میں اضافہ ہوتا چلا گیا حالانکہ آپ پر ظلم وستم کے پہاڑ ڈھائے گئے، جہلا نے زیادتی اور ایذارسانی میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہ کیا لیکن آپ نے صبر اور برداشت کے دامن کو ایک لمحہ کے لئے بھی نہ چھوڑا خندہ پیشانی سے سب کچھ برداشت کرتے رہے۔

اس پیکر رحمت نے کبھی اپنی ذات کا انتقام نہیں لیا۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ کی متعین فرمودہ کسی حد کو توڑا جاتا تو اس پر ضرور حد قائم فرمائی جاتی تھی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو کبھی کسی زیادتی کا بدلہ لیتے ہوئے نہیں دیکھا سوا اس کے کہ اللہ کی حدود کو پامال کیا جائے، جب اللہ کی حد توڑی جاتی تو آپ سب سے زیادہ غضبناک ہوتے اور آپ کو جب بھی دو چیزوں میں سے کسی ایک کا اختیار دیا جاتا تو آپ آسان چیز کو اختیار کرتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔ (صحیح البخاری)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جہاد کے سوا کبھی کسی کو نہیں مارا نہ کبھی کسی عورت پر ہاتھ اُٹھایا اور نہ کبھی کسی خادم کو مارا۔ (صحیح مسلم)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ جب بھی نبی کریم ﷺ سے کسی چیز کا سوال کیا گیا تو آپ نے اس کے جواب میں 'نہ' نہیں فرمایا۔ (صحیح البخاری)

ماقال لاقطا لا فی تشھدہ   لو لا التشھد کانت لاء ہ' نعم

حضور ﷺ نے **لا** کبھی نہیں کہا سوائے کلمہ شہادت کے۔ اگر یہ کلمہ شہادت نہ ہوتا تو حضور ﷺ کی 'نہ' بھی ہاں ہوتی۔

ترمذی شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ بحرین سے نوے ہزار درہم آئے' حضور ﷺ نے مسجد میں ایک چٹائی بچھا کر اُن کا ڈھیر لگا دیا۔ نمازِ فجر ادا کرنے کے بعد اُن کو بانٹنا شروع کیا اور ظہر تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ جب سب درہم بانٹ دیئے گئے تو اتفاقاً ایک سائل آ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اب تو کوئی چیز باقی نہیں رہی البتہ تم کسی دُکاندار کے پاس چلے جاؤ اور تمہیں جس چیز کی ضرورت ہے اس سے اُدھار لے لو اور اُسے کہو کہ وہ میرے نام لکھ دے' میں اُس کی قیمت ادا کر دوں گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ حاضرِ خدمت تھے۔ عرض کرنے لگے یارسول اللہ ! آپ اتنی زحمت کیوں گوارا کرتے ہیں کہ قرض لے کر سائل کو دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس کا مکلّف تو نہیں کیا۔ حضور ﷺ کو یہ بات پسند نہ آئی اور رُخِ انور پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے۔ ایک انصاری صحابی بھی اس وقت بارگاہِ اقدس میں حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کیا **انفق ولاتخش من ذی العرش اقلالًا** اے اللہ کے پیارے رسول ! بے دریغ خرچ کیجئے اور عرش والے پروردگار سے قلت کا خوف مت کیجئے۔ یہ سن کر حضور ﷺ خوشی سے ہنس پڑے۔ چہرۂ مقدس پھول کی طرح شگفتہ ہو گیا۔ ارشاد فرمایا کہ میرے رب نے مجھے یہی حکم دیا ہے۔ (تفسیر عزیزی)

روایت ہے کہ غزوہ احد کے روز جب رسول اللہ ﷺ کے دندان مبارک شہید ہوئے اور آپ کا چہرہ انور زخمی ہوا تو صحابہ کرام کو اس واقعہ سے بہت ہی صدمہ پہنچا اور وہ بارگاہ رسالت میں بصد عجز و نیاز عرض گذار ہوئے کہ کفار کی تباہی اور بربادی

کے لئے دُعا فرما دی جائے۔ (قربان جائیں) اس وقت بھی اس سراپا رافت و جان رحمت نے یہی فرمایا کہ مجھے تو اس لئے بھیجا گیا ہے کہ مخلوق خدا کو حق کی دعوت دوں‘ میں اُن پر عذاب لانے کے لئے تو نہیں بھیجا گیا اور بارگاہ خداوندی میں دُعا کی کہ اے اللہ! میری قوم کو دولت ہدایت سے مالا مال کردے یہ لوگ مجھے پہچانتے نہیں ہیں

اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے اس موقع پر بارگاہ رسالت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان‘ ایسے موقع پر حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے لئے کہا تھا: ﴿**رَبِّ لَاتَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكَافِرِيْنَ دَيَّارًا**﴾ اے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔

اگر آپ بھی اپنی قوم کے لئے ایسی ہی دُعا فرما دیتے تو کوئی ایک بھی بچنے نہ پاتا حالانکہ انہوں نے آپ کو زخمی کیا۔ آپ کا روئے انور خون آلودہ کیا اور دندان مبارک شہید کردیئے گئے اس کے باوجود آپ نے اُن کے لئے ہلاکت کی دُعا مانگنے سے انکار فرمایا‘ بلکہ قوم کی بھلائی کے لئے بارگاہ خداوندی سے یوں طلبگار ہوئے:

اللهم اهد قومی فانهم لا یعلمون اے اللہ! میری قوم کو معاف فرما دے کیونکہ یہ لوگ میرے منصب کو پہچانتے نہیں ہیں۔

قاضی عیاض رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر آپ نے جس عظیم الشان فضل غایت درجہ احسان و بے حساب کریم النفسی اور انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ملاحظہ تو فرمایئے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے جانثاروں‘ شمع رسالت کے پروانوں کے جواب میں سکوت پر بھی اکتفا نہ فرمایا‘ بلکہ زبان مبارک سے معافی کا اعلان فرما دیا‘ مزید برآں یہ احسان فرمایا کہ بارگاہ رب العزت سے

اُن کے لئے معافی اور ہدایت مانگی، ساتھ ہی اس شفقت رحمت کا سبب بھی بارگاہ خداوندی میں لفظ **قومی** (میری قوم) کے ذریعے پیش کر دیا اور **فانهم لایعلمون** کے ذریعہ اُن کی نامعقول حرکتوں کا بارگاہ خداوندی میں عذر بھی پیش کر دیا۔

جب ایک شخص (وہابیوں کا مورث اعلیٰ اس اُمت کا اوّل اور بدترین خارجی ذوالخویصرہ تمیمی) نے تقسیم غنائم کے وقت آپ پر اعتراض کیا اور کہا کہ عدل کیجئے کیونکہ آپ کی تقسیم رضائے الٰہی کے مطابق نہیں ہے۔ اس کا جواب آپ نے ایسے الفاظ میں دیا کہ اس کی جہالت بھی واضح ہوگئی اور نصیحت بھی فرما دی چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ افسوس! اگر میں بھی انصاف نہیں کرتا تو اور کون انصاف کرے گا؟ بعض صحابہ کرام نے اُسے قتل کرنا چاہا تو حضور ﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرما دیا۔

ایک غزوہ میں آپ کسی درخت کے نیچے بوقت دوپہر تنہا قیلولہ فرما رہے تھے کہ اچانک غورث بن حارث ارادہ قتل سے آپ کے پاس آ پہنچا۔ صحابہ کرام اِدھر اُدھر آرام کر رہے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے تو دیکھا کہ ایک آدمی ہاتھ میں ننگی تلوار لئے کھڑا ہے۔ غورث نے کہا، بتاؤ اب میرے وار سے تمہیں کون بچائیگا؟ رسول اللہ ﷺ نے بڑے اطمینان سے جواب دیا: اللہ تعالیٰ۔ اتنا سُنتے ہی اُس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے وہ تلوار اُٹھالی اور فرمایا کہ اب تو بتا کہ تجھے کون بچائے گا؟۔ وہ بولا۔ آپ بہتر قابو پانے والے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے اُس کا قصور معاف کر دیا اور اُسے جانے کی اجازت رحمت فرما دی۔ غورث جب اپنی قوم میں واپس لوٹا تو کہنے لگا کہ میں بہترین انسان کے پاس سے آ رہا ہوں اور سارا واقعہ سنایا۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھا

اور آپ نے موٹے کناروں والی چادر اوڑھی ہوئی تھی ۔ایک اعرابی نے اپ کی اس چادر کو زور سے کھینچا جس کے باعث گردن مبارک پر نشان پڑ گیا۔اس کے بعد اعرابی کہنے لگا کہ اے محمد! میرے ان دونوں اونٹوں کو مال سے لاد دو۔تم کچھ اپنے باپ کے مال سے تو نہیں دو گے۔رسول اللہ ﷺ خاموش ہی رہے اور صرف یہی فرمایا کہ واقعی مال تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں۔پھر فرمایا کہ اے اعرابی! آپ سے اس زیادتی کا بدلہ لیا جائے گا۔اس نے کہا کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ آپ برائی کا برائی کے ساتھ بدلہ نہیں دیا کرتے۔نبی کریم ﷺ نے تبسم فرمایا اور حکم دیا کہ اس کے ایک اونٹ پر جَو اور دوسرے پر کھجوریں لاد دو۔ (صحیح البخاری، صحیح مسلم)

ایک دفعہ آپ کی بارگاہ میں ایک ایسا شخص پیش کیا گیا جو آپ کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ آپ نے اُس سے فرمایا کہ ڈرو مت، اگر تم اپنے ارادے پر قائم بھی رہتے تب بھی میرے قتل پر قادر نہیں ہو سکتے تھے۔

اسلام لانے سے پہلے زید بن سعنہ (رضی اللہ عنہ) آپ سے قرض مانگنے آئے اور سخت کلامی سے پیش آتے ہوئے کہنے لگے کہ اے عبدالمطلب کی اولاد! تم بڑے نادہندہ ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُن کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ کی لیکن رسول اللہ ﷺ تبسم فرمارہے تھے۔ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔اے عمر! یہ اور میں تو کسی اور ہی بات کے حاجت مند تھے۔تم مجھ سے اچھی طرح ادا کرنے اور اُس سے حسن تقاضا کے لئے کہتے۔ پھر آپ نے زید بن سعنہ (رضی اللہ عنہ) سے فرمایا کہ ابھی تو وعدہ میں تین دن باقی ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کا قرضہ ادا کرو اور بیس صاع اُسے زیادہ دو کیونکہ تم نے اُسے ڈرایا دھمکایا ہے۔ نبی کریم ﷺ کے حلم کو دیکھ کر زید بن سعنہ مسلمان ہو گئے۔ (رضی اللہ عنہ)

زید بن سعنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی تمام نشانیاں دیکھ لی تھیں لیکن صرف دو اُمور دیکھنے باقی رہ گئے تھے۔ایک یہ کہ اس نبی کے علم پر جہل غالب نہیں آ سکتا اور دوسری بات یہ کہ اُن کے ساتھ جتنا جاہلانہ سلوک ہوگا اتنا ہی اُن کے حلم میں اضافہ ہوگا۔ پس میں نے یہ نازیبا سلوک کر کے آپ کو اُن دونوں باتوں میں آزمایا تھا جن میں آپ پورے اُترے۔ (شفا شریف)

زمانہ جاہلیت میں قریش نے آپ کی ایذا رسانی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی لیکن آپ نے اُن حوصلہ شکن تکالیف کے مقابلے میں پورے صبر وتحمل ہی سے کام لیا' یہاں تک کہ اللہ رب العزت نے اُن کے مقابلے میں آپ کو فتح وظفر سے نوازا اور وہ آپ کے زیرِفرمان آ گئے حالانکہ وہ اپنی قوت وشوکت کے ٹوٹنے اور اپنی چہل پہل کی بربادی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔کامیاب ہونے پر آپ نے بانیان ظلم وستم کے ساتھ عفو ودرگزر ہی سے کام لیا اور انہیں مخاطب کر کے دریافت فرمایا کہ بتاؤ میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کرنے والا ہوں؟ انہوں نے گردنیں جھکا کر جواب دیا کہ ہمیں آپ سے بھلائی کی امید ہے کیونکہ آپ ایک شریف انسان اور ایک شریف بھائی کے بیٹے ہیں۔آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں تم سے وہی کہتا ہوں جو ایسے موقع پر میرے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام (نے اپنے بھائیوں سے) کہا تھا کہ ﴿لَاتَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۚ يَغْفِرُاللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ﴾ (یوسف/۹۲) آج تم پر کچھ ملامت نہیں' اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے اور وہ سب مہربانوں سے بڑھ کر مہربان ہے۔

اور آپ نے اُن سے مزید فرمایا اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَآءُ جاؤ تم سب آزاد ہو۔ (شفا شریف)

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تنعیم سے ۸۰ آدمی آئے تا کہ صبح کی نماز

کے وقت رسول اللہ ﷺ کو شہید کردیں۔ وہ سارے کے سارے پکڑے گئے اور جب بارگاہ رسالت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اُن سب کو چھوڑ دیا۔اسی وقت پر اللہ جل مجدہ نے آیہ کریمہ نازل فرمائی تھی ﴿هُوَالَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا﴾ (الفتح/۲۴) اور وہی ہے جس نے اُن کے ہاتھ تم سے روک دیئے اور تمہارے ہاتھ اُن سے روک دیئے وادی مکہ میں بعد اس کے کہ تمہیں اُن پر قابو دیدیا تھا اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام دیکھتا ہے۔

وہ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) جو بار ہا لشکر جرار لے کر آپ پر حملہ آور ہوتے رہے، آپ کے محترم چچا (سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اور کتنے ہی صحابہ کرام کو شہید کروا چکے تھے اور شہادت کے بعد اُن کا مثلہ کروایا تھا، جب وہ بارگاہ رسالت میں پیش کیے گئے تو آپ نے اُن کا قصور بھی معاف کردیا اور بڑی نرمی اور شفقت سے گفتگو کرتے ہوئے اُن سے فرمایا ابوسفیان! کیا تجھ پر ابھی واضح نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے، تجھ پر افسوس ہے۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) عرض گذار ہوئے۔ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ تو بڑے حلیم وکریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں یہ حقیقت ہے کہ لوگوں کے برعکس رسول اللہ ﷺ بہت ہی کم غصہ میں آتے تھے اور اگر کبھی غصہ آ بھی جاتا تو بہت جلد راضی ہو جاتے تھے۔(صلى الله عليك يا رسول الله)

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے حق کے لئے کبھی انتقام نہ لیا۔ ہاں جب آپ کسی حرمت اللہ کی بے حرمتی دیکھتے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے اُس کا انتقام لیتے۔ (صحیح بخاری)

نبوت کے دسویں سال آنحضرت ﷺ قبیلہ ثقیف کو دعوت اسلام دینے کے لئے

طائف تشریف لے گئے ۔مگر بجائے روبراہ ہونے کے انہوں نے آپ کو اس قدر اذیت دی کہ نعلین مبارک خون آلودہ ہوگئے ۔ جب آپ وہاں سے واپس ہوئے تو راستے میں پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر خدمت ہوکر عرض کی یارسول اللہ ﷺ ! آپ جو چاہیں حکم دیں' اگر اجازت ہوتو اخشبین کو اُن پر اُلٹ دوں ۔ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا کہ میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہو جائیں بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے ۔ (مشکوٰۃ)

ہجرت سے پہلے مکہ میں کفار نے مسلمانوں کو اس قدر اذیت دی کہ اُن کا پیمانہ صبر گریز ہوگیا ۔ چنانچہ حضرت خباب بن الارث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہمیں مشرکین سے شدت وسختی پہنچی ۔ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ۔آپ سر مبارک کے نیچے چادر رکھ کر کعبہ کے سائے میں لیٹے ہوئے تھے ۔ میں نے عرض کیا' آپ مشرکین کی ہلاکت کے لئے دُعا کیوں نہیں کرتے ؟ یہ سُن کر آپ اُٹھ بیٹھے' چہرہ مبارک سرخ ہوگیا تھا ۔ فرمایا تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں اُن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتیں جس سے گوشت پوست سب علحدہ ہو جاتا اور اُن کے سر پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے جاتے' مگر یہ اذیتیں اُن کو دین سے برگشتہ نہ کر سکتی تھیں ۔ اللہ تعالیٰ دِین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا ۔ یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اُسے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا ۔ (صحیح بخاری)

جب رسول اللہ ﷺ محاصرہ طائف (شوال ۸ھ) سے واپس آنے لگے تو صحابہ کرام نے عرض کیا کہ آپ ثقیف کی تباہی کے لئے دُعا فرمائیں ۔آپ نے یوں دُعا فرمائی **اللھم اھد ثقیفاً** (خدایا ثقیف کو ہدایت دے) چنانچہ وہ دُعا قبول ہوئی اور ثقیف ۹/ ہجری میں ایمان لائے ۔

عکرمہ بن ابی جہل قرشی مخزومی اپنے باپ کی طرح رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمن تھے فتح مکہ کے دن وہ بھاگ کر یمن چلے گئے۔ اُن کی بیوی جو مسلمان ہو چکی تھی وہاں پہنچی اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر صلہ رحم اور احسان کرنے والے ہیں' غرض وہ عکرمہ کو بارگاہ رسالت میں لائی۔ عکرمہ نے آپ کو سلام کہا۔ رسول اللہ ﷺ اُن کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور ایسی جلدی سے اُن کی طرف بڑھے کہ چادر مبارک گر پڑی اور فرمایا: **مرحبا بالرّاکب المھاجر** ہجرت کرنے والے سوار کو آنا مبارک ہو۔ (اصابہ۔ سیرت حلبیہ)

ہند بنت عتبہ (زوجہ ابوسفیان بن حرب) جو حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کلیجہ چبا گئی تھیں فتح مکہ کے دن نقاب پوش ہو کر ایمان لائیں تا کہ آنحضرت ﷺ پہچان نہ لیں۔ بیعت کے موقع پر بھی گستاخی سے باز نہ رہیں۔ ایمان لا کر نقاب اُٹھا دیا اور کہنے لگیں کہ میں ہند بنت عتبہ ہوں مگر حضور رحمتہ للعالمین ﷺ نے کسی امر کا ذکر تک نہ کیا۔ یہ دیکھ کر ہند نے کہا 'یا رسول اللہ! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہ میں آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھے لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ آپ کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں رہے'۔ (بخاری شریف)

حضرت ابو ہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا۔ لوگ اُسے مار پیٹ کرنے کے لئے اُٹھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا 'اُسے جانے دو اور اُس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو۔ کیونکہ تم نرم گیر بنا کر بھیجے گئے ہو۔ سخت گیر بنا کر نہیں بھیجے گئے۔' (صحیح بخاری)

الغرض اس طرح کے نبی رحمت کی حیات طیبہ میں ہزاروں واقعات ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ حلم وعفو یعنی ایذاؤں کا برداشت کرنا اور مجرموں کو قدرت کے باوجود بغیر

انتقام کے چھوڑ دینا اور معاف کر دینا آپ کی یہ عادت کریمہ بھی آپ کے اخلاق حسنہ کا وہ عظیم شاہکار رہے جو ساری دُنیا میں عدیم المثال ہے۔ (سیرت رسول عربی)

حالتِ جنگ میں اسلام کا پیغامِ امن :

عین حالتِ جنگ میں امن وسلامتی کا لحاظ کون کرسکتا ہے؟ سوائے اس کے جو انسانیت کا بہی خواہ، بنی نوع آدم کا اخلاص مند اور اہل عالم کی فلاح و بہبود کا مبلغ ہو۔ اسلام ایسا مستحکم اور مضبوط نظام ہے جو کسی کو بھی حد سے تجاوز کرنے کی کبھی اجازت نہیں دیتا۔ ﴿اِنَّ اللّٰہَ لَایُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ﴾ (البقرۃ/۱۹۰) بیشک اللہ پسند نہیں فرماتا زیادتی کرنے والوں کو۔ (معارف القرآن، حضور محدث اعظم ہند علیہ الرحمہ)

حد سے تجاوز کرنے (بڑھ جانے) والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا۔ دشمنانِ اسلام سے عین معرکہ کی حالت میں بھی وہ آوازہ مجاہدین کے کانوں میں گونجتا رہتا ہے جو حضور رحمۃ للعالمین سید المرسلین نبی کریم ﷺ نے فتح مکہ کے موقع پر فرمایا تھا:

☆ صرف اسی سے مقابلہ کیا جائے جو خود جنگ کی نیّت سے آئے۔

☆ حرم میں خونریزی سے باز رہا جائے (اگرچہ اُس روز اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کے لئے وہاں جہاد کی حِلّت عطا فرمادی تھی)۔

☆ جو شخص کعبے کی حدود میں داخل ہوجائے وہ ہماری پناہ میں ہے۔

☆ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائے وہ پناہ میں ہے۔

☆ جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے وہ پناہ میں ہے۔

☆ جو بھاگ جائے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔

☆ جو ہتھیار پھینک دے اس کا تعاقب نہ کیا جائے۔

☆ زخمی اور قیدی نہ کئے جائیں (محض چند اشتہاری مجرم ایسے تھے جو ان قوانین سے مستثنیٰ تھے)

عام معرکہ کارزار کے دوران یہ قوانین بھی ملحوظ رکھے جاتے تھے:

☆ بدعہدی اور خیانت نہ ہو۔

☆ لاشوں کا مثلہ نہ کیا جائے۔ (بگاڑا نہ جائے)

☆ پھلدار درختوں کا کاٹ کر یا جلا کر برباد نہ کیا جائے۔

☆ آبادی کے غیر محاربین (پُرامن لوگوں) کو نہ چھیڑا جائے۔

فتح مکہ کے روز محسنِ انسانیت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے خطبہ میں سب کے لئے عام معافی کا اعلان فرما دیا۔ یہ اسلام کا نظامِ امن ہے جس کی مثال نہ ہی پیش نہیں کی جاسکتی ہے اور نہ ہی دِین اسلام کے سوا کہیں ممکن ہے۔

کعبہ کی کلید : ہجرت سے پہلے ایک دن حضور ﷺ کعبہ شریف میں گئے۔ اُس وقت کعبہ کی چابی عثمان بن طلحہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس ہوتی تھی۔ آپ نے اُن سے فرمایا: چابی لاؤ اور کعبہ کا دروازہ کھولو، تاکہ میں کچھ وقت کے لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کروں۔ عثمان بن طلحہ (رضی اللہ عنہ) نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا کہ نہ چابی دیتا ہوں اور نہ تمہارے لئے بیت اللہ کا دروازہ کھولتا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اے عثمان بن طلحہ ! ایک دن آئے گا کہ یہ چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا عنایت کروں گا۔ وہ کہنے لگے کہ ایسی باتیں ہم نے کئی سُنی ہیں۔ کیا اُس وقت قریش ہلاک ہو جائیں گے؟ آخر وہ وقت آیا کہ حضور نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ فتح مکہ کے دن فاتحانہ حیثیت سے تشریف لائے۔ کعبہ کے چابی بردار عثمان (رضی اللہ عنہ) نے اپنے والد طلحہ سے کہا کہ اگر آج میں نے چابی حضور ﷺ کے سُپرد نہ کی تو مجھے قتل کر دیا جائے گا۔ بہتر یہی ہے کہ چابی پیش کی جائے۔ پھر وہ چابی آپ کی خدمت میں پیش کی گئی۔ وہ آپ کے ہاتھ میں تھی۔ رحمۃ للعالمین ﷺ نے عثمان بن طلحہ (رضی اللہ عنہ)

کو بُلایا اور وہ بات یاد دلائی تو وہ بولے' بیشک آپ کا ارشاد پورا ہوگیا۔ پھر آپ نے وہ چابی عثمان (رضی اللہ عنہ) کو عطا فرماتے ہوئے فرمایا: اب یہ چابی قیامت تک ہمیشہ تمہاری نسل کے پاس رہے گی' چنانچہ بیت اللہ شریف کی کلید برداری کا یہ مبارک منصب اب تک عثمان بن طلحہ (رضی اللہ عنہ) کی اولاد میں چلا آرہا ہے۔ (تاریخ مکہ)

سارا جہاں حضور ﷺ کا محتاج:

حضور ﷺ سارے عالم کو اپنی رحمت کا فیض پہنچا رہے ہیں اور ہر دور اور ہر زمانے میں سارا عالم حضور ﷺ کی رحمت کا محتاج و مرہونِ منّت ہے۔ عالمِ مُلک ہو یا عالمِ ملکوت' عالمِ ملائکہ ہو یا عالم جنّ وانس' جمادات و نباتات کی دُنیا ہو یا حیوانات کا عالم' غرض سارا عالم آپ کی رحمت سے فیض یاب ہے۔

حضور ﷺ ہر ایک رحمت کا سبب ہیں۔ زمین و آسمان کی تخلیق ساری کائنات کو خلعت وجود بخشا' دُنیا و آخرت کی تمام نعمتوں کو پیدا کرنا' انبیاء و مرسلین کو مراتب جلیلہ و معجزات کثیرہ عطا فرمانا' تمام کتب سماویہ کا نازل کرنا' اولیاء کاملین اور شہداء و صالحین کو عظیم المرتبت منازل پر فائز کرنا' یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں' مگر ان سب رحمتوں کا سبب حضور محبوب خدا ﷺ کی ذات والا صفات ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ساری رحمتیں حضور ﷺ ہی کی وجہ سے ہیں۔ کیونکہ خداوند عالم نے آپ کو تمام رحمتوں کا سبب بتایا ہے اگر آپ نہ ہوتے تو نہ زمین ہوتی' نہ آسمان ہوتا' نہ سارا جہان ہوتا۔ جس کو جو نعمت ملی اور جہاں جہاں رحمت الٰہی کا ظہور ہوا' یقین رکھیے اور ایمان لائیے کہ یہ سب کچھ حضور ﷺ کے طفیل میں ہے کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ 'اے محبوب! ہم نے آپ کو اسی لئے بھیجا ہے کہ آپ کی وجہ سے ہم سارے جہان پر اپنی رحمت فرمائیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہر رحمت خداوندی کا دروازہ رسول ہی کا درِ پاک ہے۔

ہر مرحوم اپنے راحم کا محتاج ہوتا ہے یعنی رحمت پانے والا، رحمت عطا کرنے والے کا محتاج ہوتا ہے۔ رحمت عطا کرنے والا، رحمت پانے والے کا محتاج نہیں ہوتا۔ آیت کریمہ نے صاف صاف بتا دیا کہ حضور ﷺ رحمت عطا فرمانے والے ہیں اور سارا جہان اُن کی رحمت پانے والا ہے لہذا اس آیت کریمہ سے یہ مسئلہ بھی ثابت ہوگیا کہ سارا عالم حضور ﷺ کا محتاج ہے۔ حضور ﷺ عالم میں سے کسی چیز کے محتاج نہیں ہیں آپ صرف اللہ تعالیٰ کے محتاج ہیں اور ساری خدائی آپ کی محتاج ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اسی وجہ سے سارے عالم کو دربارِ رسالت میں صلوٰۃ وسلام کا نذرانہ پیش کرنے کے لئے حکم فرمایا کہ سارا عالم شہنشاہ رسالت کا محتاج ہے۔

سارے انبیاء کرام کے لئے رحمت :

انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی حضور سے رحمت ملی۔ انبیاء ومرسلین کو مراتب جلیلہ ومعجزات کثیرہ عطا فرمانا، تمام کتب سماویہ کا نازل کرنا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ہیں جو حضور ﷺ کے سبب سے انھیں عطا کی گئیں ہیں۔ ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کو تمام اعزاز واکرام ملنا حضور ﷺ کے طفیل، پھر اُن کی خطاء کا معاف ہونا حضور ﷺ کی برکت سے، پھر حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کنارے پر لگنا حضور ﷺ کی برکت سے، بلکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آگ کا گلزار ہونا اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ دُنبہ آنا حضور ﷺ کے طفیل۔

کشتی نوح میں، نارِ نمرود میں بطن ماہی میں، یونس کی فریاد میں
آپ کا نام نامی اے صَلِّ علیٰ ہر جگہ ہر مصیبت میں کام آگیا

حضرت جبرئیل علیہ السلام کے لئے رحمت :

رُوح البیان نے اسی آیت کے ماتحت ایک حدیث نقل فرمائی کہ ایک بار حضور ﷺ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ اے جبریل ہم تو ﴿رَحۡمَةٌ لِّلۡعٰلَمِيۡنَ﴾ ہیں اور تم بھی عالم میں ہو، بتاؤ تم کو ہم سے کیا رحمت ملی؟ عرض کیا یا حبیب اللہ! میں تمام انبیاء علیہم السلام کے پاس وحی لے کر جاتا رہا اور تمام زندگی بندگی کرتا رہا ہوں لیکن اب تک مجھے اپنے انجام کار کی خبر نہ تھی، ابلیس کا انجام دیکھ کر اپنے خاتمہ کی طرف مطمئن نہیں تھا لیکن آپ کی وجہ سے مجھ کو امن مل گیا اور اطمینان حاصل ہوگیا، جب آپ معراج میں آئے...... مجھے کچھ عرصہ آپ کے ساتھ رہنے، خدمت کرنے کا موقع ملا۔ جب سے آپ کی خدمت میں وحی لانے لگا تو ربّ کریم نے میرے بارے میں قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ﴿ذِىۡ قُوَّةٍ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡنٍ﴾ یعنی جبرئیل دربارِ الٰہی میں صاحبِ مرتبہ ہیں، مقتداء ہیں، امین ہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد مجھے اپنے خاتمہ بالخیر کا یقین ہوگیا۔ آپ کی رحمتوں میں سے مجھے جو یہ رحمت عطا کی گئی یہ سب رحمتوں اور نعمتوں سے میرے نزدیک بڑھ کر ہے۔

مؤمنین پر رحمت :

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب کو رحمت جامعہ سے نوازا ہے۔ مؤمنین پر تو مصطفائی رحمت کا کیا کہنا، قرآن مجید نے فرمایا ﴿بِالۡمُؤۡمِنِيۡنَ رَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ﴾ یعنی آپ مؤمنین پر انتہائی مہربان اور بیحد رحم فرمانے والے ہیں۔ اہل ایمان کی ذرا سی تکلیف رحمۃ للعالمین کو بے چین و بے قرار کردیتی ہے ﴿عَزِيۡزٌ عَلَيۡهِ مَا عَنِتُّمۡ﴾ ہر دَردمند کے دَرد کا احساس بھی ہے اور ہر دَرد کا درماں بھی ہے، کسی غم زدہ اور دُکھ درد

کے مارے کو دیکھ کر غایت رأفت سے آنکھیں اشک بار ہو جاتی ہیں اور نوک مژگانِ پاک پر درّ یتیم سے ارجمند تر اور تابندہ تر آنسوؤں کے موتی سراپا التجا بن کر بارگاہ رب العالمین میں گرتے ہیں تو مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔غم واندوہ کی کالی گھٹائیں کافور ہو جاتی ہیں۔ گواہ ہے کہ اُمّت پر ذرا سی مشقت بھی حضور ﷺ کے لئے ناقابل برداشت ہے۔دُنیا وآخرت میں نہایت ہی بلند درجات جو اہل ایمان کو عطا ہوئے یہ سب کیا ہیں؟ یہ سب حضور ﷺ کی رحمت ہی کا صدقہ ہے ورنہ ظاہر ہے کہ یہ اُمّت سب اُمتوں سے کمزور، عمریں کوتاہ، اعمال کم، پھر بھی ﴿**كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ**﴾ کا شرف اور **خیــر الامـم** کا خطاب ملا۔یہ حضور ﷺ ہی کی رحمت کا صدقہ ہے اور آخرت کے بارے میں تو کیا پوچھنا؟

اُمّتِ مسلمہ پر کروڑہا رحمتوں کے علاوہ یہ رحمت بھی کہ آپ نے کبھی اُمّت کو فراموش نہ فرمایا۔نہ مکہ مکرمہ میں نہ مدینہ منورہ میں۔نہ مسجد ظاہرہ میں، نہ حجرۂ طاہرہ میں۔نہ عرشِ اعلیٰ پر نہ قوسینِ بالا پر۔نہ نماز میں نہ معراج میں۔

روایت ہے کہ جس وقت قیامت میں سب اگلی اُمتیں اور اگلے انبیاء تشریف لے چلیں گے تو ایمان والوں کے ساتھ آگے آگے ایک نور چلے گا اور اگلے انبیاء کے ساتھ ساتھ دو دو نور ہوں گے مگر جب حضور ﷺ کی اُمّت مومنہ کا گزر ہوگا تو اس شان سے کہ ہر مومن کے آگے آگے دو دو نور چل رہے ہوں گے۔قرآن مجید فرماتا ہے ﴿**نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ**﴾ یعنی اس اُمّت کے مؤمنین کے آگے اور دائیں دو دو نور دوڑتے ہوں گے۔سب سے پہلے یہی اُمّت دیدار الٰہی سے مشرف ہوگی سب سے پہلے یہی اُمّت جنت میں داخل ہوگی اور ملائکہ ان کا استقبال فرماتے ہوئے تحفہ مبارکباد پیش کریں گے۔

کفار پر رحمت :

حضور ﷺ کی رحمت سے کفار بھی محروم نہیں رہے کفار کو بھی ہر طرح سے رحمت ملی۔ حضور ﷺ سے پہلے اگلی اُمتوں پر اُن کی بداعمالیوں کی وجہ سے دُنیا میں عذاب الٰہی آتے تھے، دُنیا میں گناہوں پر رُسوائی ہوتی تھی اور وہ بالکل برباد کردی جاتی تھیں۔قوم عاد کو ہوا اُڑا لے گئی۔قوم ثمود زلزلہ سے برباد کردی گئی۔قوم لوط کی بستیاں اُلٹ پلٹ کردی گئیں۔قوم نوح طوفان میں غرق کردی گئی۔ نبی اسرائیل کے مجرمین خنزیر و بندر بنا کر ہلاک کردیئے گئے۔ قرآن مجید میں ہے :

﴿وَلَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّ اَنْشَأْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ﴾

(انبیاء) یعنی بہت سی وہ بستیاں جن کے باشندے ظالم تھے ہم نے اُنھیں کچل کر چُور چُور کردیا اور اُن کے بعد دوسری قوموں کو اُن کی جگہ پیدا کردیا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا یارسول اللہ ! مشرکین کے خلاف دُعا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: مجھے لعنت کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا گیا، مجھے صرف رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے۔ (صحیح مسلم)

رحمۃ للعالمین کی رحمت کا جلوہ دیکھو! کفار مکہ نے کیسے کیسے ظلم کے پہاڑ توڑے، شرک و بت پرستی کرتے رہے۔ اللہ و رسول پر غلط اور گندی تہمتیں لگاتے رہے اور ایسے ایسے ظلم و عدوان اور سرکشی وطغیان کا مظاہرہ کیا کہ زمین اُن کی بداعمالیوں سے لرزہ براندام ہوگئی، مگر اُن گناہوں اور جُرموں کے باوجود نہ اُن پر آسمان سے پتھر برسائے گئے، نہ اُن کی بستیاں اُلٹ پلٹ کی گئیں، نہ اُن کی صورتیں مسخ ہوئیں، بلکہ حد ہوگئی کہ کفار مکہ دُعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ۔اگر قرآن حق ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دے۔مگر پھر بھی رحمۃ للعالمین کی رحمت نے اُن کافروں کو بچالیا اور خداوند عالم

نے اعلان فرمایا ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ﴾ اللہ تعالیٰ اُن کو عذاب نہ دے گا کیونکہ آپ اُن میں تشریف فرما ہیں۔

قیامت میں بھی مقام محشر سے نجات دلانا اور حساب شروع کرانا حضور ہی کے دم سے ہوگا۔ ابولہب کو دوشنبہ کے دن عذاب میں کمی ہوئی۔حضور کی ولادت کی خوشی کی وجہ سے ابوطالب پر عذاب میں کمی ہوئی۔

شرح قصیدہ بردہ خرپوتی میں ہے کہ حضور ﷺ کی شفاعت سات طرح ہوگی۔ تین سے کفار بھی فائدہ اُٹھائیں گے اور چار قسم کی شفاعت صرف مسلمانوں کے لئے' بعض گنہگاروں کے لئے اور بعض نیک کاروں کے لئے۔

غُلاموں پر رحمت :

عرب میں خصوصاً اور ساری دُنیا میں عموماً لونڈی غلاموں کو جانوروں سے بھی کمتر اور بدتر سمجھا جاتا تھا۔ رحمۃ للعالمین فرماتے ہیں کہ' اے لوگو! یہ تمہارے لونڈی غلام تمہارے بھائی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کر دیا ہے۔لہذا خبردار تم اُن کے حقوق کا خیال رکھو۔ جو تم خود کھاتے ہو اسی میں سے اُنھیں بھی کھلاؤ اور جو لباس تم خود پہنتے ہو اسی قسم کا لباس انھیں بھی پہناؤ۔اور اُن سے کسی ایسے کام کی فرمائش نہ کرو جو' اُن کی طاقت سے باہر ہو۔ اگر تم ایسے مشکل کاموں کی فرمائش کرو تو خود بھی اُن کی مدد میں لگ جاؤ اور اُن کا ہاتھ بٹاؤ۔ (بخاری شریف)

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ یہ حضور ﷺ کے غلام تھے۔ برسہا برس سے اُن کے والد حارثہ اُن کے فراق میں رویا کرتے تھے اور تلاش کرتے پھرتے تھے۔آخر مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوئی' باپ بیٹے ایک دوسرے سے بغل گیر ہوکر خوب روئے۔مہربان باپ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ آپ میرے نورِ نظر

زید کو مجھے عنایت فرما دیجئے۔ آپ جتنی قیمت طلب کریں میں ادا کرنے کو تیار ہوں۔ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے قیمت کی ضرورت نہیں ہے۔ میں بخوشی زید کو اختیار دیتا ہوں کہ اگر وہ چاہے تو تم اُس کو اپنے ساتھ لے جا سکتے ہو، مگر جب زید کے والد حارثہ نے اپنے ساتھ لے جانا چاہا تو زید نے رحمتِ عالم ﷺ کے جمال نبوت کو ایک نظر دیکھا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حُسنِ اخلاق اور نیک سلوک کی پُرانی یادیں دل میں چُٹکیاں لینے لگیں اور زبان حال سے عرض کرنے لگے:

تیرے قدموں میں جو ہیں غیر کا مُنھ کیا دیکھیں — کون نظروں میں جچے دیکھ کر تلوا تیرا
تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال — جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے ٹکڑا تیرا

زید نے اپنے باپ حارثہ سے صاف صاف کہہ دیا کہ میں اپنے اس رحیم وکریم آقا کی غلامی پر ہزاروں آزادیوں کو قربان کرتا ہوں اور اے میرے شفیق باپ، میں کسی حال میں بھی اپنے اس آقا کی چوکھٹ کو نہیں چھوڑ سکتا۔ حارثہ نے اپنے بیٹے زید کی اس والہانہ محبت رسول پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اے لختِ جگر:

مجھ سے نہ پوچھ میرا حال، سُن میرا حال کچھ نہیں
تیری خوشی میں خوش ہوں میں تجھ سے سوال کچھ نہیں

جب حارثہ چلے گئے تو رحمۃ للعالمین نے زید کو آزاد کر کے اپنا منھ بولا بیٹا بنا لیا اور آخری دم تک اپنے اس فرزندِ معنوی کو ایسا نوازا کہ اُن کے بیٹے اُسامہ کو جو غلام زادے تھے اور اپنے نواسے حسنین کو جو امام زادے تھے، دونوں کو اپنے دوش بنوت پر بٹھا کر مجمع عام میں تشریف لاتے تھے۔ شفیق جونپوری مرحوم نے اس انوکھے تاریخی واقعہ کو دو شعروں میں اس طرح سمویا ہے۔

جس جگہ تذکرہَ فخر انام آتا ہے — جلی حرفوں میں اُسامہ کا بھی نام آتا ہے
ایک کاندھے پہ ہے لختِ جگرِ شیرِ خُدا — دوسرے کاندھے پہ فرزند غلام آتا ہے

یہ ہے غلاموں پر رحمۃ للعالمین کی رحمت ۔ ایک کندھے پر غلام زادے اور دوسرے کندھے پر امام زادے کو بٹھا کر اپنی اُمّت کو یہ تعلیم فرما رہے ہیں کہ دُنیا والو دیکھ لو! رحمۃ للعالمین کی نگاہ رحمت میں غلام کا بیٹا اور بیٹی کا بیٹا دونوں برابر ہیں ۔

عورتوں اور بچوں پر رحمت :

عرب میں خصوصاً اور ساری دُنیا میں عموماً عورتیں اس قدر بے وقعت تھیں کہ سماج میں ان کا کوئی مقام ہی نہیں تھا اور بے گناہ بچیاں زندہ دفن کر دی جاتی تھیں ۔ مگر رحمتِ عالم ﷺ نے اپنی تعلیم رحمت سے ایسا انقلابِ عظیم پیدا فرمایا کہ دُنیا کی ٹھکرائی ہوئی عورت مردوں کے دوش بدوش کھڑی ہوگئی اور اُس کے حقوق قیامت تک کے لئے قائم و محفوظ ہو گئے اور زندہ درگور کی جانے والی بچیاں ساری دُنیا کی نگاہِ محبت و شفقت کا مرکز بن گئیں ۔ عورتوں اور بچوں پر رحمت کا یہ عالم ہے کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ بسا اوقات میں نماز شروع کرتا ہوں اور یہ ارادہ کرتا ہوں کہ نماز لمبی پڑھاؤں گا مگر کسی بچے کی رونے کی آواز میرے کانوں میں آ جاتی ہے تو میں نماز کو مختصر کر دیتا ہوں کیونکہ بچے کے رونے اور اس کی ماں کی بے چینی پر جو نماز میں شامل ہے مجھے رحم آ جاتا ہے ۔ (مسلم)

بوڑھوں اور کمزوروں پر رحمت : بوڑھوں اور کمزوروں پر رحمت کا یہ عالم ہے کہ فرماتے ہیں **لو لاضعف الضعیف وسقم السقیم لاخرت العمة الیٰ ثلث اللیل** یعنی اگر بوڑھوں کے بُڑھاپے اور بیماروں کی بیماری کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز تہائی رات تک مؤخر کر دیتا ۔ اسی طرح جب اسلامی لشکروں کو روانہ فرماتے تو نہایت سختی کیساتھ یہ ہدایت فرماتے کہ خبردار! گر جاؤں'

عبادت خانوں کے راہبوں' بوڑھوں' عورتوں اور بچّوں کو کبھی ہرگز ہرگز قتل مت کرنا۔ جنگی سپاہیوں کو قتل کے بعد اُن کے ہونٹ' ناک' کان وغیرہ مت کاٹنا۔ضعیفوں' کمزوروں اور بیماروں کے ساتھ نہایت ہی رحم وکرم کا برتاؤ کرنا۔

جانوروں اور درختوں پر رحمت : رحمتِ عالم نے صرف انسانوں ہی پر رحم کا حکم نہیں فرمایا بلکہ جانوروں اور درختوں پر بھی آپ اس قدر مہربان تھے کہ اپنی اُمّت کو جانوروں اور درختوں پر بھی رحمت کرنے کا حکم فرمایا۔ ارشاد فرمایا کہ خبردار! بے زبان جانوروں پر اُن کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہ لادو۔ نہ بلاضرورت انھیں مارو' اور اگر مارنے ہی کی ضرورت پڑ جائے تو ہرگز ہرگز جانوروں کے چہروں پر نہ مارو اور ان جانوروں کے گھاس' چارہ اور دانہ پانی میں ہرگز ہرگز کمی وکوتاہی نہ کرو۔ کسی جانور کو بھوکا پیاسا ذبح مت کرو' اور نہ کُند چُھری سے ذبح کرو بلکہ ہر طرح ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔ درختوں کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ بلاضرورت ہرے بھرے درختوں خصوصاً پھل والے درختوں کو ہرگز ہرگز مت کاٹو۔ اُن درختوں کو بھی مت کاٹو جو سرِ راہ ہیں اور مسافر جن کے نیچے سایہ حاصل کرتے ہیں۔

چڑیوں کی فریاد : حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم آپ کے ہمراہ تھے۔ ایک درخت پر ایک چڑیا کے دو بچے تھے وہ ہم نے پکڑ لئے۔ ان بچوں کی ماں چڑیا نے دیکھا تو وہ اُڑتی ہوئی رحمت عالم ﷺ کے سامنے آگری اور فریاد کرنے لگی۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ اس کے بچوں کو کس نے پکڑا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ ہم نے۔ فرمایا: جاؤ ان بچوں کو اسی جگہ پر رکھ آؤ۔

(حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین)

ہرنی کا ایفائے عہد اور شہادتِ توحید و رسالت : شفاء شریف میں موجود ہے کہ سرورِ عالم ﷺ جنگل میں تشریف لے جا رہے تھے ایک آواز آئی' یارسول اللہ! میری امداد فرمایئے۔ حضور ﷺ نے دیکھا کہ ایک ہرنی جال میں پھنسی ہوئی ہے اور مجھے پکار رہی ہے۔ سید عالم ﷺ نے فرمایا کیا بات ہے؟ ہرنی نے عرض کیا! آقا' میرے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں مجھے رہا کر دیجئے میں بچوں کو دودھ پلا کر جلد واپس آجاؤں گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا **اَوَ تَفْعَلِیْنَ** کیا تو ایسا کرے گی؟ ہرنی نے عرض کیا' آقا! آپ کے ساتھ وعدہ کر کے کون بے وفائی کرتا ہے؟ حضور ﷺ نے اُسے کھول دیا۔ یہودی آیا اور کہنے لگا میرا شکار کیوں چھوڑا؟ سید عالم ﷺ نے فرمایا۔ ہرنی بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجائے گی۔ یہودی نے کہا کیسی بات کرتے ہو۔ کمان سے نکلا ہوا تیر بھی کبھی واپس آ سکتا ہے؟ گیا ہوا شکار کیسے واپس آئے گا۔ آپ نے فرمایا وہ اللہ کے رسول کے ساتھ وعدہ کر کے گئی ہے ضرور آئے گی۔ یہودی نے کہا کہ اگر واپس آ گئی تو مَیں ایمان لے آوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا وہ دیکھو دو بچے ساتھ لے آ رہی ہے۔ ہرنی نے آتے ہی اپنا سَر حضور ﷺ کے مقدس قدموں پر رکھ دیا۔ ہرنی کا سَر جھکا تو ساتھ ہی یہودی کا سَر بھی جھک گیا۔ حضور ﷺ نے ایک ہاتھ یہودی اور دوسرا ہاتھ ہرنی کے سر پر رکھا:

پھر بشارت اُسکو اور اُس کو ملی سرکار سے　　قید سے آزاد تو اور تو عذابِ نار سے

ہرنی آزاد ہوتے ہی فرطِ مسرت میں بڑی تیزی کے ساتھ دوڑتی' اچھلتی اور کودتی ہوئی یہ کہتی تھی **اشھد ان لا اله الا الله وانك رسول الله** (دلائل النبوۃ' حجۃ اللہ علی العالمین)

حضور ﷺ کا ایک بکری سے خطاب : رضین بن عطاء کہتے ہیں کہ ایک قصاب نے بکری ذبح کرنے کے لئے دروازہ کھولا تو وہ اس کے ہاتھ سے نکل بھاگی اور نبی اکرم ﷺ

کی بارگاہ میں آ گئی۔ وہ قصاب بھی اس کے پیچھے آ گیا اور اس بکری کو پکڑ کر ٹانگوں سے کھینچنے لگا۔ حضور ﷺ نے اس بکری سے فرمایا: اللہ کے حکم پر صبر کر اور اے قصاب ! تو اُسے نرمی کے ساتھ موت کی طرف لے جا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین)

دِیدار مصطفٰی ﷺ کی تمنا لئے ہوئے اونٹ: سنن نسائی اور مسند احمد بن حنبل میں سیدنا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک انصاری گھرانے میں ایک اونٹ نامعلوم وجوہ کی بناء پر اپنا کام کاج چھوڑ بیٹھا اور اپنے مالکوں کو کاٹنے کو دوڑتا۔ مالکوں نے اونٹ کے معاندانہ طرزِ عمل سے یہی باور کیا کہ اُن کا اونٹ پاگل ہو چکا ہے۔ انصار گھرانے کے کھیت کھلیان اور باغ وغیرہ پانی کی قلت کی وجہ سے سوکھ گئے۔ اس صورتحال نے انہیں عجیب الجھن میں ڈال دیا۔ انہوں نے یہ الجھن بارگاہِ رسالتمآب ﷺ میں بیان کی۔ تاجدار رسالت ﷺ نے اونٹ کے مالکوں کی شکایت سُنی اور اونٹ کا موقف جاننے کے لئے اپنے صحابہ کے جلو میں شکایت کنندہ صحابی کے گھر تشریف لے گئے۔ ایک احاطے میں اونٹ بندھا ہوا تھا۔ آپ ﷺ اس کے قریب تشریف لے جانے لگے تو صحابہ نے عرض کی **انه صادز مثل الكلب وانا نخاف عليكن صولته** یہ کتے کی طرح باؤلا ہو چکا ہے اور ہمیں اس کی طرف سے آپ پر حملہ کا خطرہ ہے۔

شاید یہ واقعہ ہجرت مدینہ کے تھوڑے عرصہ بعد ہی پیش آیا، تبھی تو انصار گھرانے نے اس خدشے کا اظہار کیا۔ شاید نبی آخر الزماں ﷺ کے تصرف کا یہ پہلو ابھی اُن پر آشکار نہیں ہوا تھا کہ جن وانس ہی نہیں چرند و پرند، شجر وحجر غرض کائنات کی ہر مخلوق حکم رسول کی تعمیل اپنے لئے کونین کی سب سے بڑی سعادت سمجھتی ہے۔ شاید انصاری کے علم میں ابھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ حضور ﷺ تو اعلان نبوت سے قبل بھی جدھر

تشریف لے جاتے، راستے کے پتھر آپ ﷺ پر ہدیہ سلام بھیجا کرتے۔ حضور ﷺ نے اپنے انصار کے اسی خدشے کے اظہار پر فرمایا: **لیس علیّ منه بأس** مجھے اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔

اس ارشادِ گرامی کے بعد تاجدارِ کائنات حضور رحمتِ عالم ﷺ اس اونٹ کے قریب گئے اونٹ اپنے بختِ رسا کی بلندی پر جھوم اُٹھا۔ آقائے کائنات ﷺ کو اپنی طرف آتے دیکھ کر وجد میں آ گیا۔ رُخِ مصطفٰی ﷺ پر نظر پڑی تو آنکھیں روشنی سے بھر گئیں۔ عالمِ شوق میں بصد احترام آگے بڑھا اور اپنا سر حضور ﷺ کے قدموں پر رکھ دیا۔ شاید دیدارِ مصطفٰی ﷺ کی تمنا میں وہ یہ سب کر رہا تھا کہ میرے کام نہ کرنے کی شکایت میرے مالک حضور ﷺ کی بارگاہِ اقدس میں کریں گے۔ حضور ﷺ بنفسِ نفیس تشریف لائیں گے اور میرے مقدر کا ستارہ اوج ثریا کو چھو لے گا۔ گویا زبانِ حال سے کہہ رہا تھا کہ: اے والیِ کون و مکاں ! انوار وتجلیات سے دامنِ آرزو کو بھر دیجئے۔ سرکار ! رُخ انور کی تابانیوں سے یونہی ظلمت کدۂ دیدہ و دل کو منور کرتے رہئے۔ آقائے کون و مکاں نے اونٹ کو پیشانی سے پکڑا اور اُسے دوبارہ کام پر لگا دیا اور وہ بے دام غلام کی طرح حکمِ مصطفٰی بجا لایا۔ اصحابِ رسول یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ تصویرِ حیرت بن کر بارگاہِ سرورِ کونین ﷺ میں عرض پرواز ہوئے:

یارسول الله ! هذه بهیمة ' لا تعقل تسجد لك' ونحن أحق أن نسجد لك

اے نبی کریم ﷺ ! یہ تو بے عقل جانور ہوتے ہوئے بھی آپ ﷺ کو سجدہ کر رہا ہے اور صاحبِ عقل ہونے کی وجہ سے آپ کو سجدہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کسی انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز نہیں۔ اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو میں خاوند کے عظیم حق کی بنا پر بیوی کو سجدہ کا حکم دیتا۔ (مسند احمد)

اونٹ نے سجدہ کیا : حضرت عبداللہ ابن اونی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا کہ فلاں نسل کا ایک اونٹ دیوانہ ہوگیا ہے اور کسی کو قریب نہیں آنے دیتا۔ حضور ﷺ یہ سُن کر اُٹھے۔ہم نے عرض کی' حضور اونٹ کے قریب نہ جائیں' ایسا نہ ہو کہ وہ آپ کو کوئی تکلیف پہنچائے۔حضور ﷺ اس اونٹ کے پاس پہنچ گئے تو **لَمَّا رَآهُ الْبَعِيْرُ سَجَدَ** اونٹ نے جب دیکھا تو سجدہ میں گر پڑا۔ حضور ﷺ نے اُس کے سر پر اپنا ہاتھ مبارک رکھ دیا اور مہار منگوا کر اُسے ڈال دی پھر اونٹ کے مالک کو اُسے سپرد کرتے ہوئے فرمایا۔ دیکھو اُسے چارہ اچھا دو۔اُس سے کام سخت نہ لو۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین)

اونٹ کی دادرسی فرمائی : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور ﷺ کے ساتھ میں سفر میں تھا اچانک بلبلاتا ہوا اونٹ آ گیا **فلما كان بين السماطين خر ساجدا** جب وہ سامنے راستہ کے درمیان پہنچا تو سجدہ ریز ہوگیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا اس کا مالک کون ہے؟ انصاری لوگوں نے کہا: حضور (ﷺ) یہ اونٹ ہمارا ہے۔ فرمایا: کیا معاملہ ہے؟ عرض کیا یہ بیس سال سے ہمارے پاس ہے اب اس کی عمر زیادہ ہوگئی ہے ہم اُسے ذبح کر کے تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔ فرمایا' کیا مجھے بیچتے ہو؟ عرض کیا: **یارسول الله هولك** حضور ﷺ یہ آپ کا ہی ہے۔ فرمایا' **فاحسنوا اليه حتى يأتيه اجله** موت تک اس سے حسن سلوک کرو۔ (الدارمی)

اونٹ کی اپنے مالک کے خلاف شکایت : حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوہ ذات الرقاع میں نبی کریم ﷺ کے ہمراہ روانہ ہوئے' واپسی میں ایک اونٹ دوڑتا ہوا حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ حضور ﷺ نے ہم سے دریافت

فرمایا: تم جانتے ہو کہ اس اونٹ نے کیا کہا؟ یہ اونٹ مجھ سے اپنے مالک کے خلاف امداد کا طلبگار ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اس کا مالک اس سے کئی سال کھیتی باڑی کا کام لیتا رہا، اب اُسے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ جابر ! تم اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اُسے لے آو۔ میں نے عرض کیا میں اس کے مالک کو جانتا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ اونٹ تمہیں اس کے پاس لے جائے گا۔ جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ وہ اونٹ میرے آگے آگے چلا حتٰی کہ اپنے مالک کے سامنے مجھے لے جا کر کھڑا کر دیا۔ پس میں اس کے مالک کو لے آیا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین فی معجزات سید المرسلین)

(☆) ایک اونٹ آ کر حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، آپ نے اس کے مالکوں کو بلوایا اور فرمایا: تمہارے اس اونٹ کو کیا ہے، کہ تمہاری شکایت کر رہا ہے۔ انہوں نے عرض کیا ہم اس اونٹ سے کام لیتے تھے جب یہ بوڑھا ہو گیا اور اس کا کام ختم ہو گیا، تو ہم نے اُسے کل ذبح کرنے کا وقت مقرر کیا، آپ ﷺ نے اُن سے فرمایا: اُس کو ذبح نہ کرو اور اُسے اونٹوں میں چھوڑ دو۔ (بیہقی، حجۃ اللہ علی العالمین)

اونٹ کا عشق رسول کریم ﷺ: حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں ایک دیہاتی شخص ہاتھ میں اونٹ کی مہار تھامے حاضر ہوا اور عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ ! میں اُسے رب تعالیٰ کے واسطے صدقہ کرتا ہوں، سب اس کی جانب متوجہ ہو گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اُسے دُعا دی اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا: عمر ! اس اونٹ کی قیمت کا تخمینہ لگاؤ تا کہ اس کی قیمت ادا کر دوں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اونٹ کی قیمت کا اندازہ لگا کر عرض کیا تو ہادی برحق ﷺ نے اُسے خرید کر اپنی خدمت کے لئے مختص کر لیا۔ اونٹ کی خوشی کی انتہا نہ تھی جو اس

کے جسم پر حرکات اور آنکھوں کی چمک سے نمودار تھی۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کسی غزوہ سے واپس تشریف لائے اور اونٹ کو اپنے در اقدس پر باندھ دیا اور خود رحمت کدہ کے اندر تشریف لے گئے۔ اونٹ دروازے پر نظریں جمائے کھڑا رہا اور انتظار کرنے لگا کہ اس کے آقا و مولا ﷺ کب جلوہ گری فرماتے ہیں۔ جب رسول اکرم ﷺ اپنے کاشانہ اطہر سے باہر تشریف لائے تو اونٹ نے بصد ادب عرض کیا 'السلام علیکم یا زین قیامت'۔ حضور نبی کریم ﷺ نے بھی جواباً اس پر سلامتی بھیجی اور اُس کے پاس رُک گئے' کیونکہ وہ کچھ اور بھی عرض گزار کرنا چاہتا تھا۔ اس نے ادب و محبت سے سر جھکا لیا اور گویا ہوا 'یا حبیب اللہ ﷺ ! میری داستان صرف اتنی ہے کہ میں ایک مسافر کا اونٹ تھا۔ رات کا وقت تھا کہ میں اس کے گھر سے بھاگ آیا اور چلتے چلتے ایک جنگل میں پہنچا۔ بھوک کی شدت سے میں وہاں چر رہا تھا کہ بہت سے بھیڑیئے آ گئے اور آپس میں کہنے لگے' لاؤ اس کا فیصلہ کریں۔ جب وہ میرے کھانے سے متعلق فیصلہ کرنے میں مصروف تھے تو اُن میں سے چند ایک نے کہا 'اُسے نہ ستاؤ۔ یہ زین قیامت کی سواری ہے جو بہترین خلائق' رسول رحمت ﷺ ہیں۔ چنانچہ انہوں نے میرے کھانے کا ارادہ ترک کر دیا۔اور واپس لوٹ گئے اور میں آپ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں پہنچ گیا۔ اتنا عرض کرنے کے بعد اونٹ لمحہ بھر کے لئے خاموش ہوا اور پھر بولا: اے اللہ کی نعمتوں کے قاسم رسول عربی ﷺ ! میری دو آرزوئیں ہیں اگر آپ انہیں شرفِ قبولیت فرمائیں۔ ایک آرزو یہ ہے کہ میں بہشت میں آپ ﷺ کی سواری بنوں اور دوسری آرزو یہ ہے کہ جب آپ ﷺ اپنے محبّ رب کریم کے پاس تشریف لے جائیں تو اس کے بعد میں جب تک زندہ رہوں (بعد وصالِ نبوی ﷺ) مجھ پر کوئی اور سواری نہ کرے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: تمہاری دونوں آرزوئیں پوری ہوں گی' پھر اُسے دُعا دی اور وصیت بھی فرمائی۔ (دیکھئے جس اونٹ پر حضور نبی کریم ﷺ سواری کریں وہ بھی مستقبل کو دیکھ لیتا ہے اونٹ اس غیبی خبر کو بیان کرتے ہوئے اپنی آرزو کا اظہار کر رہا ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد اس پر کوئی اور سواری نہ کرے یعنی اونٹ کو اس بات کا علم تھا کہ حضور ﷺ کی ظاہری حیات میں نہ ہی وہ گم ہوگا' نہ ذبح کیا جائے گا اور نہ ہی اُس کو موت آئے گی بلکہ وصال نبوی ﷺ کے بعد مزید چند دن اُس کی زندگی رہے گی۔ حضور ﷺ جس خچر پر سوار تھے وہ بھی قبر کے عذاب وثواب اور کیفیت کو دیکھتا تھا)

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد اونٹ اُداس' غمگین اور خاموش رہنے لگا' اُس کی حلق سے چارہ نہیں اُترتا تھا۔ اُونٹ کا عشق اور جُدائی کا کرب دیکھ کر سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُس کا سر بغل میں لے لیا اور گریہ کا عالم طاری ہوگیا۔ اتنے میں اونٹ نے جان دے دی۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی آنکھوں سے آنسو بے اختیار بہہ رہے تھے۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اونٹ کے لئے جگہ کھدوائی اور کپڑے میں لپیٹ کر دفن کروادیا۔ سات دن کے بعد جب اس کی جائے مدفن کو کھود کر دیکھا تو وہاں نہ اونٹ تھا اور نہ کپڑا۔ وہ تو جنت الفردوس میں اپنے آقا ومولا ﷺ کی سواری کے لئے پہنچ گیا تھا۔ عشق رسول کریم ﷺ نے اُسے دوام بخش دیا تھا۔
(عشق رسول کریم' نواز رُومانی)

پرندے کی فریاد : حضور ﷺ کے دامنِ شفقت میں جن وانس ہی نہیں چرند وپرند بھی پناہ ڈھونڈتے تھے۔ اللہ رب العزت کی تمام مخلوقات بارگاہِ قدسی میں اپنی حاجات لے کر قدم بوسی' حضور ﷺ کا شرف حاصل کرتیں اور من کی مراد پاتیں۔ مصائب سے نجات ملتی اور قید سے رہائی نصیب ہوتی۔ کبھی کوئی اونٹ چارے کی قلت کی شکایت کرتا' کبھی ہرنی اپنے بچوں کو دودھ پلانے کی اجازت طلب کرتی اور کبھی کوئی جانور دیدارِ مصطفٰی ﷺ کی آرزو کی سبیل کرتا۔

ایک دفعہ ایک پرندے کے انڈے چرا لئے گئے۔ وہ پرندہ تاجدارِ کائنات ﷺ کی بارگاہ بے کس پناہ میں حاضری کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ شکایت درج کروائی اور انڈے واپس دلانے کی استدعا کی۔ آقا ﷺ نے لوگوں سے دریافت کیا کہ تم میں سے کس نے پرندے کے انڈے اُٹھائے ہیں۔ ایک شخص نے اعتراف کیا تو حضور رحمتِ عالم ﷺ نے اس شخص کو حکم دیا کہ وہ انڈے اسی جگہ پر رکھ کر آو جہاں سے تم نے انہیں اُٹھایا تھا اور یوں وہ پرندہ بارگاہ نبوی سے دامنِ آرزو بھر کر لوٹا۔

امام حلبی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں **ان حمــرة جاء ت فوق رأسهٖ ' فقال** ﷺ **'ایکم فـجـع هـذه' ؟ فـقال رجل من القوم : 'انااخذت بیضها' فقال : ردّه ردّه رحمته لها'** (السیرۃ الحلبیہ) سرخ رنگ کا ایک پرندہ حضور ﷺ کے سرانور کے اردگرد اُڑنے لگا۔ پس حضور ﷺ نے (اس کی بے چینی سمجھتے ہوئے) پوچھا کہ اُسے کس نے تکلیف پہنچائی ہے۔ لوگوں میں سے ایک نے عرض کی کہ اس نے انڈے چرائے ہیں۔ پس حضور ﷺ نے فرمایا اس پرندے پر رحم کرتے ہوئے انڈے واپس رکھ دے۔

درخت پُرسکون ہوگیا : حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جمعہ کے دن ایک درخت یا کھجور (کے تنے) کے ساتھ ٹیک لگا کر خطبہ دیتے تھے۔ انصار کی کسی عورت نے کہا' یارسول اللہ ﷺ ! کیا ہم آپ کے لئے منبر نہ بنا دیں؟ آپ نے فرمایا: اگر تم چاہو۔ انھوں نے منبر بنا دیا۔ جب جمعہ کا دن آیا تو آپ منبر کی طرف گئے تو وہ کھجور کا تنا بچے کی طرح زور زور سے رونے لگا۔ نبی کریم ﷺ نے منبر سے اُتر کر اُس کو اپنے ساتھ لپٹایا تو وہ سسکیاں لینے لگا پھر پُرسکون ہوگیا۔ (صحیح البخاری)

امام بخاری کی ایک اور روایت میں ہے وہ کھجور کا تنا اس طرح چلّا رہا تھا جیسے

دس ماہ کی حاملہ اونٹنی اپنے بچے کے فراق میں چلاّتی ہے پھر نبی ﷺ نے اُس پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ پُرسکون ہوگیا۔ (صحیح البخاری)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ منبر پر بیٹھ گئے تو وہ کھجور کے درخت کا تنا' بیل کی طرح آواز نکال کر چلاّ رہا تھا اور رسول اللہ ﷺ (کے فراق) کے غم کی وجہ سے اس کی آواز میں لرزش تھی پھر حضور ﷺ منبر سے اُترے اور اُس کو لپٹا لیا پھر وہ پُرسکون ہوگیا پھر آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ وقدرت میں محمد کی جان ہے اگر میں اُس کو نہ لپٹاتا تو وہ قیامت تک غم میں روتا اور چلاّتا رہتا...... پھر رسول اللہ ﷺ کے حکم سے اُس کو زمین میں دفن کر دیا گیا۔

حافظ ابونعیم نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس درخت کے ستون سے فرمایا: تو پُرسکون ہوجا' پھر نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحاب سے فرمایا یہ میری محبت میں رو رہا ہے پھر آپ نے اس سے فرمایا تو پُرسکون ہوجا۔ اگر تو چاہے تو میں تجھ کو جنّت میں اُگا دوں' تیرا پھل نیک لوگ کھائیں گے اور اگر تو چاہے تو میں تجھے دُنیا میں پہلے کی طرح تر وتازہ درخت اُگا دوں تو اس درخت نے آخرت کو دُنیا پر اختیار کرلیا۔ (دلائل النبوۃ)

تعلیم رحمت:

حضور نبی کریم ﷺ اپنی اُمّت کو دُعا کی تعلیم دے رہے ہیں کہ اے میرے اُمتی ! اپنی نماز کے اختتام پر اپنے دائیں بائیں **السلام علیکم ورحمة الله** کہا کرے' ایک طرف کہنے سے دائیں طرف کی ساری اُمّت اور دوسری طرف کہنے سے بائیں طرف کی ساری اُمّت اس دُعا میں شامل ہوجاتی ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی صرف اپنے اور اپنی آل کے لئے سلامتی کی تلقین نہیں کی بلکہ وہ تو ہیں ہی کریم آقا۔

اُن کی رحمتیں اور برکتیں تو نادار اور بے سہارا اُمتیوں کے لئے خاص ہیں لہذا وہ دُعا حضورﷺ کو سب سے زیادہ پسند ہے جس میں حضورﷺ کی ساری اُمّت کو بھی شامل کیا جائے۔

سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں دُعا مانگ رہا تھا **اللھم ارحمنی** 'اے اللہ مجھ پر رحم فرما' حضور رحمۃ للعالمین ﷺ میرے پاس سے گزرے اور میرے دُعائیہ کلمات سماعت فرمائے اور مجھے قریب آ کر تھپکی دی پھر فرمانے لگے: اے علی ! اللہ کی رحمت کو تنگ کیوں کرتے ہو؟ کیوں نہیں کہتے کہ اے اللہ ! حضورﷺ کی ساری اُمّت پر رحم فرما۔ اس لئے کہ سب کے لئے دُعا مانگنے میں اپنی ذات تو خود بخود ہی آ جاتی ہے، مزید فرمایا: بے شک دُعا کو سب کے لئے عام کرنے اور محض اپنے لئے خاص کرنے میں اتنا فرق ہے جتنا آسمان اور زمین کی وسعتوں میں۔

سلامتی کی دُعا میں حضورﷺ کی پوری اُمّت شامل کر لی جائے اور جب تک ایسا نہیں ہوگا، عبادت اپنے کمال کو نہیں پہنچتی اور مکمل نہیں ہوتی۔

بندہ جب تک دوسروں کے لئے سراسر پیکر رحمت نہ بن جائے اس وقت تک اس کی بندگی اتمام وکمال کا درجہ حاصل نہیں کر سکتی۔ بندے کا تو کام ہی دوسروں کی بھلائی چاہنا ہے۔ اب دوسروں کے لئے بُرا چاہنا، اُن کو اذیت دینا، تکلیف پہنچانا یا کسی کی مجبوری سے بے جا فائدہ اُٹھاتے ہوئے کسی کو پریشان کرنا کہاں کی مسلمانی ٹھہری؟

اسلام اپنے لغوی مفہوم کے اعتبار سے اپنے جملہ ارکان کے ذریعے سلامتی کا آئینہ دار ہے بالفرض اگر کوئی شخص نمازیں بھی پڑھے، روزے رکھے، حج وزکوٰۃ بھی ادا

کرے لیکن اُس کا عمل یہ ظاہر کرے کہ وہ حضور نبی مکرم ﷺ کی اُمّت کے حق میں مہربان اور شفیق نہیں بلکہ انہیں گزند اور بے جا تکلیف پہنچاتا ہے تو اس کا کوئی عمل عند اللہ اور عند الرسول قابلِ قبول نہیں ہوگا۔ نیک اعمال تو تب قبول کئے جاتے ہیں جب انسان مخلوق خدا کے لئے بھی پیکر رحمت وشفقت بن جائے اور حضور ﷺ کی بارگاہ میں مقبولیت تب ہوتی ہے جب حضور ﷺ کے حکم کے مطابق پوری اُمّت کو بھلائی میں شامل کرلیا جائے۔

السلام علیکم ورحمة الله کہہ کر نماز سے خارج ہونے کا سبق یہ بھی ہے کہ انسان نماز سے فارغ ہوکر جب دنیوی زندگی کی طرف نکلتا ہے تو اس کو یہ باور کرایا جاتا ہے کہ اے بندے ! ابھی تو اللہ کے گھر میں بیٹھ کر پوری اُمّت کے لئے رحمت مانگ کر آیا ہے اور اگر تو اس کے بعد بھی کلمہ گو مسلمان بھائی کو اپنے عمل سے تکلیف، دھوکا یا فریب دے گا تو تیری وہ نماز تیرے منہ پر ماردی جائے گی کہ جس کا اختتام تو نے **السلام علیکم ورحمة الله** کے ذریعے سلامتی کی دُعاؤں پر کیا اس طرح زبان سے دُعا اور عمل سے تکلیف دے رہا ہے۔ تیرے قول وعمل میں اس قدر تضاد ساری عبادتوں قیام، رکوع، سجود وغیرہ کے اثرات کو ختم کردیتا ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی رحمت کا کہاں تک شمار کیا جائے۔ ارشاد فرماتے ہیں کہ

اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمْکُمْ مَّنْ فِی السَّمَاءِ یعنی :

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر خُدا مہربان ہوگا عرشِ بریں پر

اور ایک حدیث میں تو یہاں تک ارشاد فرمایا کہ **لَا یَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَّا یَرْحَمُ النَّاسَ** (مشکوٰۃ) یعنی جو لوگوں پر رحم نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرمائے گا۔

رحمت اور اسوۂ حسنہ :

ہمارے رسول سارے جہاں کے لئے رحمت بن کر تشریف لائے اور تمام عالم کو اپنی رحمت کی دولتوں سے مالا مال فرما دیا اور اپنی انمول تعلیم ورحمت کے ساتھ ساتھ رحمتِ عامہ کے بے شمار عملی نمونے بھی دُنیا کے سامنے پیش فرمائے۔ تم اس بات کو کبھی نہ بھولو کہ تم رحمۃ للعالمین کے دامنِ رحمت سے وابستہ ہو' لہذا تم پر لازم ہے کہ تم اپنے رسول کے دامنِ رحمت کی لاج رکھو اور ہر دم ہر قدم پر خدا کی مخلوق کے لئے اپنے دلوں میں رحم وکرم کا جذبہ رکھو۔ اور خود بھی اپنے عمل سے دُنیا کو بتا دو کہ ہم رحمۃ للعالمین کے غلام ہیں اور دُنیا والوں کے سامنے رحم وکرم کے ایسے ایسے نمونے پیش کرو کہ تمہارے دُشمنوں کے سینوں میں پتھروں سے زیادہ سخت دل بھی تمہاری رحمتوں کو دیکھ کر موم سے زیادہ نرم بن جائیں۔

کبھی تم نے سوچا کہ تمہارے رسول تو غریبوں' مفلسوں' یتیموں' بیواؤں' پڑوسیوں' یہاں تک کہ چرندوں اور پرندوں پر بھی سراپا رحمت ہیں مگر آج تمہارا عمل وکردار کیا ہے؟ جب تم اپنے دسترخوانوں پر عمدہ عمدہ اور نفیس ولذیذ غذائیں کھانے کے لئے بیٹھتے ہو تو کیا تمھیں اُمّتِ رسول کے اُن بھوکے غریبوں' یتیموں اور بیواؤں کی یاد آتی ہے جنھیں کئی کئی دنوں سے خشک روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں ملا ہے؟

جب تم سردیوں میں اپنے نرم نرم گدّوں اور گرم گرم لحافوں میں سُکھ اور چین کی نیند سوتے ہو تو کیا تمھیں اس وقت اپنی ملّت کی وہ غریب بیوائیں بھی یاد آتی ہیں؟ جو اپنے جھونپڑیوں میں پھٹی پُرانی چادر میں لپٹ کر پاؤں سکوڑے ساری رات جاگ کر بسر کر دیتی ہیں۔

جب تم عید کے دن اپنے بچّوں کو نہلا دُھلا کر اچھے اچھے کپڑے پہنا کر اُن کی انگلی پکڑے ہوئے خوش خوش عید گاہ کو جاتے ہو' تو کیا تمہیں اُمّتِ رسول کے وہ یتیم بھی یاد آتے ہیں جن کے ماں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ چکا ہے اور وہ اپنے میلے کچیلے کپڑوں میں حسرت سے سب کا مُنھ تک رہا ہے اور دل ہی دل میں کُڑھ رہا ہے کہ کاش آج میرا بھی باپ زندہ ہوتا تو وہ بھی آج مجھے اسی طرح انگلی پکڑے عید گاہ لے جاتا۔ ہم میں کون ہے جو یتیم کی خبر گیری کرے!

جس کا بھری دُنیا میں کوئی بھی نہیں والی　　اُس کو بھی میرے آقا سینے سے لگاتے ہیں

ہم نے اپنے رسول رحمۃ للعالمین کے اسوۂ حسنہ کو چھوڑ دیا اُن کے مقدس راستے سے دُور ہو گئے۔ ہمارے دِلوں سے ایمان رحمت و اسلامی اخوت فنا ہو گئی۔ آج نہ ہمیں غریبوں کی پروا ہے نہ بیواؤں اور یتیموں کا خیال ہے۔ نہ بھوکے پڑوسیوں کا غم ہے۔ پھر ہم بھلا کس مُنھ سے یہ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ ہم رحمۃ للعالمین کے فرمانبردار اُمتی ہیں۔

اپنے دِلوں کی دُنیا میں ایمانی انقلاب پیدا کرو اور رحمۃ للعالمین کی سچی اطاعت کو اپنی زندگی کا نصب العین اور حیات کا شعار بناؤ۔ اور رحم و کرم' الفت و محبت' مہربانی و اخوت کے چراغوں سے اندھیری دُنیا کو روشن کرو اور ساری دُنیا کو رحمۃ للعالمین کا یہ پیغام سُنا دو

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر　　خُدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

آپ خود غور فرمایئے کہ جن افراد نے یا جن قوموں نے حضور ﷺ کے دامنِ رحمت کو تھاما' حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین کو صدقِ دل سے قبول کیا اور حضور ﷺ کے پیش کردہ نظامِ حیات کو اپنی عملی زندگی میں اپنایا وہ لوگ کہاں سے

کہاں پہنچ گئے ۔ گمراہ تھے لیکن اس نورِ مبین سے اکتسابِ نور کرنے کے بعد ظلمت کدۂ عالم میں ہدایت کے چراغ روشن کر گئے ۔ جاہل تھے لیکن اس چشمۂ علم وعرفان سے سیراب ہونے کے بعد دُنیا کے جس جس گوشہ میں گئے علم وحکمت کے چمن کِھلاتے گئے ۔ گنوار اور اجڈ تھے لیکن پاکیزہ تہذیب وتمدن کے بانی بن گئے ۔ جہانگیری و جہانبانی کا ایک اچھوتا تصور دُنیا کے سامنے پیش کیا جس میں کسی ایسے بادشاہ کی گنجائش نہیں جو مطلق العنان ہو ۔ جو قانون کی گرفت سے بالاتر ہو جو سب کا محاسبہ کر سکے لیکن اس سے باز پُرس کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہو بلکہ جو قوم وملک کا سربراہ ہوگا اُسے خلیفہ کہا جائے گا جس کا معنیٰ نائب ہے اور نائب وہ ہوتا ہے جسے کسی نے مقرر کیا ہو اور جس پر لازم ہو کہ وہ جو کچھ کرے گا اپنے مقرر کرنے والے کی منشاء اور ہدایت کے مطابق کرے گا ۔ ان رحمتوں سے وہ افراد اور قومیں سرشار ہوئیں جنھوں نے حضور ﷺ کی رسالت کو تسلیم کیا اور حضور ﷺ کے لائے ہوئے دین پر ایمان لانے کا شرف حاصل کیا ۔

حضور ﷺ کو رحمۃ للعالمین ماننے سے دیوبندیوں کا انکار

دیوبندیوں کے پیشوا رشید احمد گنگوہی لکھتے ہیں :

> ’ لفظ ’رحمۃ للعالمین‘ صفتِ خاصہ رسول اللہ نہیں ہے ۔
>
> (فتاویٰ رشیدیہ جلد دوم)

یعنی حضور اکرم ﷺ کے علاوہ بھی کسی کو رحمۃ للعالمین لکھا جا سکتا ہے ۔ نعوذ باللہ ۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اپنے مولویوں کو بھی رحمۃ للعالمین قرار دے لیتے ہیں جیسا کہ اشرف السوانح کا مصنف تھانوی صاحب کے متعلق لکھتا ہے :

' حضرت والا (تھانوی) کی سراپا شخصیت برملا مبالغہ **وکفیٰ باللہ شھیدا** وہ لقب صادق آتا ہے جس سے حضرت گنگوہی نے شیخ العرب والعجم حاجی صاحب (یعنی پیر ومرشد) کو بعد وفات حضرت حاجی ممدوح یاد فرمایا تھا یعنی بار بار فرماتے تھے ہائے رحمۃ للعالمین ہائے رحمۃ للعالمین'
(اشرف السوانح جلد۲ صـ ۱۵۳)

خدا کی پناہ ! رسُول مقبول، ہادی السُّبل، خاتم النبیین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین بالمؤمنین رؤف الرحیم، صاحب لولاک، امام الانبیاء، سید المرسلین، سلطانِ دارین، محبوب کبریاء، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شانِ یکتائی پر اس سے زیادہ سنگین حملہ اور کیا ہوسکتا ہے؟ چودہ سو برس سے ساری اُمّت کا یہ متفقہ عقیدہ رہا ہے کہ خدائے پاک نے قرآن میں سرورِ کائنات ﷺ کو رحمۃ للعالمین کے لقب سے جو موصوف کیا ہے وہ انہی کے ساتھ خاص ہے۔ اب کائنات میں کوئی دوسرا رحمۃ للعالمین نہیں ہوسکتا۔

مفتی محمد حسین، تھانوی جی کے خلیفہ اعظم تھے اُن کے انتقال پر ایبٹ آباد کے دیوبندی مہتمم مدرسہ لکھتے ہیں:

' آج نماز جمعہ پر یہ خبر جانکاہ سن کر دل حزیں پر بیحد چوٹ لگی کہ 'رحمۃ للعالمین' دُنیا سے سفر آخرت فرما گئے۔
(تذکرہ حسن بحوالہ تجلی دیوبند، نور کرن فبروری ۱۹۶۳ء)

﴿اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجَاهِلِيْن﴾
لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ
اَسْتَغْفِرُ اللّٰهِ رَبِّيْ مِنْ كُلِّ ذَنْبٍ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ

حضور نبی کریم ﷺ کو رحمتِ عالم ماننے سے اہلحدیث کا انکار :

خبیث نام نہاد اہلحدیث ڈاکٹر شفیق الرحمٰن ایک سوال قائم کر کے جواب میں لکھتا ہے :

سوال: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ اور (اے محمد!) ہم نے تم کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ جہان میں تو آدم علیہ السلام سے لے کر ہر نبی کی اُمّت شامل ہے۔ اگر آپ ﷺ سب رسولوں کے آخر میں آئے تو پہلے لوگوں کے لئے رحمت کیسے ہوں گے؟

جواب : دراصل عالمین کے لفظ سے دھوکہ ہوا ہے۔ یقیناً اللہ رب العالمین ہے جب اللہ کے ساتھ اس کی اضافت ہو تو تمام مخلوق مراد ہو گی اور جب مخلوق میں سے کسی کے ساتھ اضافت ہو تو وہاں اس کے محدود معنی ہوں گے' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿تَبَارَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا﴾ وہ بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تاکہ وہ 'عالمین' کو ڈرائے۔

اس آیت پر غور فرمائیں' یہاں 'عالمین' میں نہ فرشتے شامل ہیں اور نہ ہی پہلی اُمتیں۔ یہاں عالمین سے مراد رسول اللہ ﷺ کے بعد آنے والے لوگ ہیں۔

واضح رہے کہ رحمۃ للعالمین کو بنیاد بنا کر رسول اللہ ﷺ کی پیدائش سب سے پہلے ثابت نہیں کی جا سکتی' (تجدید ایمان/۹۳)

دنیا کی ہر چیز قدرت الٰہی کی نشانی ہے **ففی کل شئی له اية تدل علی انه واحد** ہر چیز خدا کی وحدانیت کا پتہ دے رہی ہے مگر دُنیا کی ہر چیز خدا کی ایک صفت کی نشانی ہے

سورج، خدا کے نور کا پتہ دیتا ہے۔ پانی و ہوا، خدائے پاک کی سخاوت کا خطبہ پڑھ رہے ہیں مگر حضور رحمۃ للعالمین ﷺ، رب تعالیٰ کی ذات اور ساری صفات کے مظہر اعلیٰ ہیں۔ اگر رب کا علم دیکھنا ہے تو علم مصطفٰے دیکھو۔ اگر رب کی سخاوت دیکھنا ہو تو سخاوت محبوب کا مطالعہ کرو۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں　　دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں

اگر قدرت الٰہی کا نظارہ کرنا ہے تو محبوب کبریاء کی قدرت کو دیکھو کہ اشارے سے ڈوبا ہوا سورج واپس کرلیا، چاند کے دو ٹکڑے کر ڈالا، کنکریوں سے کلمہ پڑھوایا، درختوں کو اشارے سے بلایا، ہاتھ کی انگلیوں سے پانی کے چشمے جاری فرمایا۔ اگر نور الٰہی دیکھنا ہو تو جمال مصطفٰی دیکھو، اگر رب کی شانِ رحیمیت دیکھنا ہو تو رحمۃ للعالمین کو دیکھو۔

نام نہاد اہلحدیث کا عقیدہ ہے کہ انبیاء و صالحین نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ اُن کے تبرکات سے برکت کا تصور بدترین بدعت اور گھناؤنا عمل ہے:

> ''اگر اس بات کا عقیدہ رکھے کہ یہ لوگ (انبیاء و صالحین) نقصان پہنچا سکتے ہیں یا نفع پہنچا سکتے ہیں یا دے سکتے ہیں یا منع کر سکتے ہیں تو ایسا شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک اکبر کا مرتکب ہے البتہ جو شخص اُن کے تبرک کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے برکت کا خواہاں ہو تو وہ شخص بھی ایک بدترین قسم کی بدعت کا مرتکب اور ایک گھناؤنے عمل کا شکار ہے''۔　　**(البدعة واثرها السيّئ /۷۸)**

حضور ﷺ کی ذات گرامی رب تعالیٰ کا ایک تحفہ و انعام ہے جو مخلوق کو عطا ہوا۔

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود　　حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی تشریف آوری تمام نعمتوں سے بڑی نعمت ہے اسی لئے اس نعمت عظمٰی کے عطا کئے جانے پر اللہ تعالیٰ احسان فرماتا ہے :

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ﴾ (ال عمران/١٦٤)

یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا اُن میں ایک رسول۔

ہر نعمت جب ہی نعمت ہے جب اس کا استعمال صحیح ہو ورنہ زحمت۔ حضور ﷺ ساری نعمتوں کو نعمت بنانے والے ہیں کہ اگر اعضاء، اولاد، مال وغیرہ کو حضور ﷺ کی تعلیم کے مطابق استعمال کیا جائے تو یہ سب رحمتیں ہیں ورنہ زحمتیں۔

حضور نبی کریم ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں، ذاتِ مصطفیٰ ﷺ نعمتِ عظمیٰ ہے۔ ساری برکتیں آپ کے دامنِ کرم سے وابستہ ہیں۔

کیا عالم سے حصولِ علم ناجائز ہے؟ کیا دولتمند سے دولت کا حصول ناجائز ہے ؟
کیا پھول سے خوشبو کا حصول ناجائز ہے؟ کیا چاند سے چاندنی کا حصول ناجائز ہے؟
کیا سورج سے روشنی کا حصول ناجائز ہے؟ کیا سمندر سے پانی کا حصول ناجائز ہے؟
کیا فضاء سے ہوا کا حصول ناجائز ہے؟ کیا پنکھے سے ہوا کا حصول ناجائز ہے؟
کیا لباس سے گرمی کا حصول ناجائز ہے؟ کیا برف سے ٹھنڈک کا حصول ناجائز ہے؟
کیا پانی سے آسودگی ناجائز ہے؟ کیا چراغ اور لائٹ سے روشنی کا حصول ناجائز ہے؟
کیا آگ سے گرمی کا حصول ناجائز ہے؟ کیا درخت سے پھل کا حصول ناجائز ہے؟

جب یہ ساری چیزیں ناجائز نہیں ہیں تو پھر جو رحمۃ للعالمین ہیں، جن کی ذات سے ساری برکتیں ہیں، اُس ذاتِ بابرکت سے برکت و رحمت کا حصول ناجائز کیسے ہوگا؟

نام نہاد اہلحدیث غیر مقلدین کہتے ہیں :

> 'نہ تو نبی کریم ﷺ کی قبر مبارک سے برکت کا حصول جائز ہے اور نہ ہی آپ کی قبر کی زیارت کی غرض سے سفر کرنا جائز ہے'۔
> (البدعة واثرها السيّئ ۔ طاہر نصار عزیز، مکتبہ بیت السلام الریاض)

افسوس ! بد بخت نام نہاد اہلحدیث وادی ضلالت کی پستی میں گر چکے ہیں اسی لئے وہ رحمۃ للعالمین سید المرسلین شفیع المذنبین ﷺ کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے سفر کو ناجائز قرار دے رہے ہیں جب کہ سارے مسلمانوں کے لئے قانونِ الٰہی ہے کہ اگر تم لوگ گناہ کرو، کفر کرو، ظلم کرو تو بارگاہ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ وسلام میں حاضر ہو کر اُن سے شفاعت کی درخواست کرو اور وہاں جا کر رب تعالیٰ سے توبہ کرو اور محبوب بھی تمہارے لئے شفاعت فرما دیں تو تمہاری توبہ قبول ہوگی، فرماتا ہے :

﴿وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفِرُوْا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَاجَدُوْا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا﴾ (النسآء/٦٤)

اے محبوب (ﷺ) ! اگر یہ گنہگار اپنی جانوں پر ظلم کر کے تمہارے پاس آ جاتے اور پھر اللہ سے مغفرت مانگتے اور اے محبوب ! آپ بھی اُن کے لئے دُعائے مغفرت فرماتے تو یہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

رحمت کی آمد پر خوشی منانا: حضور ﷺ کے میلاد کی خوشی کے لئے قرآن کریم کا ارشاد ہے ﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَةٍ وَبِذَالِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے ساتھ خوشیاں مناؤ **فَلْيَفْرَحُوْا** فرحت سے ہے یعنی خوشی۔ تو رحمت کی آمد پر خوشی منانا حکمِ الٰہی کے عین مطابق ہے۔

سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں محافلِ میلاد کا انعقاد ہمیشہ سے علمائے سلف کا طریقہ چلا آ رہا ہے۔ شروع اسلام میں عاشورہ کا روزہ اس لئے فرض کیا گیا تھا اس تاریخ میں موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے نجات پائی۔ حضور ﷺ ہر دوشنبہ کو اس لئے روزہ رکھا کرتے تھے کہ وہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن ہے۔ اسی دن نبوت عطا ہوئی، پہلی وحی آئی۔

حضور ﷺ کے رحمۃ للعالمین ہونے پر اعتراضات :

اعتراض : حضور نبی کریم ﷺ رحمۃ عالمین ہیں ...... اگر یہ صحیح ہے تو پھر آپ نے تلوار کیوں اُٹھائی ؟ جنگیں کیوں کیں ؟ لشکرِ خونخوار کیوں تیار کیا ؟ مال غنیمت کے احکام کیوں آئے ؟ بعض کفار اور مشرکین کے لئے ہلاکت اور ضرر کی دُعا کیوں فرمائی ؟ وہ احادیث حسب ذیل ہیں :

(۱) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کو اپنا مکتوب دے کر عظیم البحرین کی طرف بھیجا، عظیم البحرین نے وہ مکتوب کسریٰ کو دے دیا۔ جب کسریٰ نے آپ کے مکتوب کو پڑھا تو اُس کو پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ میرا گمان ہے کہ ابن مسیّب نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن کے خلاف دُعا کی کہ اُن کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں ۔ (صحیح البخاری)

علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ لکھتے ہیں :

جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کا مکتوب پھاڑا تھا اس کا نام پرویز بن ہرمز تھا جب اُس نے آپ کے مکتوب کے ٹکڑے ٹکڑے کیے تو آپ نے فرمایا: اُس کا ملک ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے، اور آپ نے فرمایا: جب کسریٰ مر جائے گا تو پھر کسریٰ (نام کا کوئی) بادشاہ نہیں ہوگا۔ علامہ واقدی نے کہا کسریٰ کے اُوپر اُس کا بیٹا شرویہ مسلط ہو گیا اور اُس نے سات ہجری میں کسریٰ کو قتل کر دیا اور اُس کے ملک کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے گئے اور نبی ﷺ نے جو اُس کے خلاف دُعا کی تھی وہ پوری ہو گئی۔ (عمدۃ القاری)

(۲) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بیت اللہ میں نماز پڑھ رہے تھے اور وہیں قریش اپنی مجلسوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اُن میں سے ایک بد بخت (ابوجہل) نے حاضرین مجلس سے کہا کہ بولو تم میں سے کون یہ کام

کرسکتا ہے کہ فلاں خاندان نے جو اونٹ ذبح کیا ہے اُس کی اوجھڑی اور خون اور لید لے آئے اور پھر جب یہ سجدہ میں جائیں تو اُن کے کاندھوں کے درمیان رکھ دے۔ یہ سُن کر ایک شقی اُٹھا جو اُس وقت کے حاضرین میں سب سے زیادہ بدبخت تھا۔ اُس نے یہ سب گندی چیزیں لاکر سید عالم ﷺ کے دونوں کاندھوں کے درمیان رکھ دیں اور حضور ﷺ سجدہ ہی میں رہ گئے' آپ کا یہ حال دیکھ کر اُن لوگوں نے بے خود ہوکر ہنسنا شروع کیا اور اس قدر ہنسے کہ ہنسی کی وجہ سے ایک دوسرے پر گرنے لگے۔ اس شریر گروہ کا سرغنہ عقبہ بن ابی معیط تھا۔ کسی نے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کو بتایا کہ آپ کے والد (حضور نبی کریم ﷺ) کے ساتھ شریروں نے یہ حرکت کی ہے۔ سرورکونین ﷺ کی جلیل القدر بیٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بے چین ہوگئیں' دوڑتی ہوئی کعبہ اللہ پہنچیں اور حضور ﷺ کی گردن مبارک سے اُوجھڑی ہٹائی۔ کفار اردگرد کھڑے ہنستے اور تالیاں بجاتے تھے......سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اُن بدبخت افراد سے مخاطب ہوکر فرمایا: شریرو' احکم الحاکمین تمہیں ان شرارتوں کی ضرور سزا دے گا۔ (اللہ تعالیٰ کی قدرت چند سال بعد یہ سب جنگ بدر میں ذلت کے ساتھ مارے گئے) پھر جب سید عالم ﷺ نماز سے فارغ ہوگئے تو آپ نے تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ! قریش کو پکڑ لے۔ پھر آپ نے قریش کے سرغنوں کے نام لے لے کر فرمایا: اے اللہ! ابوجہل کو پکڑ لے' عتبہ بن ربیعہ کو پکڑ لے' شیبہ بن ربیعہ کو پکڑ لے' ولید بن عتبہ کو پکڑ لے' اُمیہ بن خلف کو پکڑ لے' عقبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے اور عمارہ بن الولید بن مغیرہ کو پکڑ لے۔ (مشکوٰۃ) حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے' رسول اللہ ﷺ نے جن جن کے نام لئے تھے وہ ساتوں بدر کے کنویں میں اوندھے منہ پڑے ہوئے تھے۔ (صحیح البخاری)

(۳) سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ الاحزاب کے دن فرمایا: اللہ تعالیٰ کفار کے گھروں اور اُن کی قبروں کو آگ سے بھر دے، ہم اُن کی وجہ سے غروب آفتاب تک عصر کی نماز نہیں پڑھ سکے۔ (صحیح البخاری)

اعتراضات مذکورہ کے جوابات : رحمت کے معنٰی یہ نہیں ہیں کہ سب کو دودھ ہی پلایا جائے۔ سانپ کو مار ڈالنا اور جسم کے خراب اور سڑے ہوئے عضو کو کاٹ ڈالنا، فصد کھول کر خون فاسد نکال دینا بھی عین رحمت ہے۔ اسی طرح چوروں اور ڈاکوؤں کو سزا دینا، ملک کو اُن سے محفوظ رکھنا عین حکمت اور رحمت ہے۔ اسی طرح کفار کے غلبہ کو توڑ دینا اور کلمہ الٰہی کا بلند کرنا بندگانِ خدا پر رحمت ہے۔

بلا تشبیہ پروردگارِ عالم رحمٰن و رحیم ہے مگر پھر کسی کو غریب رکھتا ہے کسی کو مالدار، کسی کو عالم، کسی کو بے علم۔ تو یہ تمام انتظام حکمت و مصلحت سے ہیں خلافِ رحمت نہیں۔

بارش بھی اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے حالانکہ بارش سے بعض اوقات فصلیں تباہ ہو جاتی ہیں، مکان گر جاتے ہیں، مال اور مویشی بہہ کر ڈوب جاتے ہیں، سمندری طوفان اور سائیکلون آتے ہیں تو شہر کے شہر تباہ و برباد ہو جاتے ہیں اور ہزاروں اور لاکھوں لوگ مر جاتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی تلوار بھی رحمت تھی۔ اُس نے تین کام کئے۔

(i) ظالموں سے مظلوموں کو بچایا۔ زمین سے فساد مٹایا۔ جھگڑا چکایا، کفر کو دَبایا۔

(ii) ضدی کافروں نے تلوار کے خوف سے اسلام قبول کیا اور ابدی رحمت کو پا لیا، مزید ظلم سے خود کو بچا لیا۔

(iii) ازلی تقدیرِ مبرم والے کفار اور عارضی تقدیرِ معلق والے کفار میں تفریق کر دی، اس طرح کہ عارضی کافر مسلمان ہو گئے۔ اور ازلی کافر یا قتل ہوئے یا ملک بدر کئے گئے یا دَب گئے۔

ان احادیث میں یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کفار کے خلاف دُعائے ضرر کی .... ان پر اعتراض ہے کہ آپ تو رحمۃ للعالمین ہیں۔ کفار کے لئے عذاب کی دُعا کرنا آپ کی شان اور منصب کے خلاف ہے۔ اس کا ایک جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہے اس کے باوجود وہ کفار کو عذاب دے گا تو جب اللہ تعالیٰ کا رحمٰن اور رحیم ہونا' اس کے عذاب دینے کے خلاف نہیں ہے تو رسول اللہ ﷺ کا رحمۃ للعالمین ہونا' عذاب کی دُعا کے خلاف کیسے ہوگا؟

باقی رہا یہ شبہ کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن اور رحیم ہو کر کفار کو عذاب کیسے دے گا؟ اس کا جواب رحمت کے معنی سمجھنے پر موقوف ہے۔ امام شعرانی نے ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ سہل بن عبداللہ تستری کے پاس شیطان آیا اور کہنے لگا' بتاؤ میری بخشش ہوگی یا نہیں؟ سہل نے کہا نہیں۔ شیطان نے کہا' اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے ﴿ **ورحمتی وسعت کل شئ** ﴾' میری رحمت ہر چیز کو شامل ہے' اور ہر شئے کے عموم میں' مَیں بھی داخل ہوں تو میری مغفرت بھی ہونی چاہیے۔ سہل نے کہا یہ مؤمنین کے ساتھ خاص ہے' تم اس کے عموم سے خارج ہو۔ شیطان نے کہا' پہلے تو میں تم کو عالم سمجھتا تھا' آج تمہارا جہل مجھ پر آشکار ہو گیا تم اللہ تعالیٰ کی صفت (یعنی رحمت کے شمول) میں تقیید کر رہے ہو حالانکہ تقیید اور تحدید مخلوق کی صفات میں ہوتی ہے اس کی صفات غیر مقید اور لامحدود ہوتی ہیں۔ شیطان کا یہ جواب سُن کر سہل بالکل لاجواب اور مبہوت ہو گئے۔ (الکبریت الاحمر علی ہامش الیواقیت)

ضرورت کے وقت کسی کو کوئی چیز دینا بھی رحمت ہے اور اس چیز کے اسباب فراہم کر دینا بھی رحمت ہے مثلاً بھوکے کو آپ کھانا کھلا دیں یہ اُس کے حق میں رحمت ہے اور اگر اسی کھانے کے پیسے دے دیں تو یہ بھی اس کے لئے رحمت ہے۔ اس طرح

جنّت کا معاملہ ہے۔ بنفسہٖ جنّت عطا کر دینا بھی رحمت ہے اور جنّت کے اسباب مہیا کر دینا بھی رحمت ہے۔ اللہ تعالٰی نے اپنی جنّت، مغفرت اور رضامندی کے حصول کا سبب اپنے احکام کی اطاعت مقرر کیا ہے۔ یہ احکام فرشتوں کے ساتھ شیطان کو بھی دیئے گئے تھے اور فرشتوں کے ساتھ اُسے بھی حضرت آدم علیہ السلام کی تعظیم کا حکم دیا گیا لیکن اُس نے اللہ تعالٰی کا حکم ماننے سے انکار کر کے اللہ تعالٰی کی رحمت سے خود منہ موڑ لیا، بلکہ حدیث شریف میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے ابلیس سے کہا، آدم (علیہ السلام) کی قبر کو سجدہ کر لے، تیرا گناہ معاف کر دیا جائے گا اور تیری توبہ قبول کر لی جائے گی۔ اس لعین نے اللہ تعالٰی سے کہا، جب میں نے آدم کو سجدہ نہیں کیا تو اب اُن کی قبر کو کب سجدہ کروں گا۔ (روح البیان)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالٰی کی رحمت اُسے کل بھی شامل تھی، آج بھی شامل ہے۔ اس لعین نے خود اپنے آپ کو اللہ کی بیکراں رحمت سے دُور رکھا ہوا ہے۔ دریا کے ساحل پر کھڑا ہو کر کوئی شخص کہے دریا میری پیاس نہیں بجھاتا تو یہ دریا کی سیرابی میں کمی نہیں ہے، خود اس شخص کے ظرف میں کمی ہے جو دریا کے قریب آ کر پانی نہیں پی رہا۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں بایں معنی کہ آپ نے تمام جہان والوں کو توحید و رسالت کی دعوت دی اور ابدی رحمت کے حصول کا دروازہ دِکھایا۔ جو لوگ جان کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے، ان میں سے ایک ایک کے گھر جا کر پیغامِ حق سُنایا۔ جو راستہ میں کانٹے بچھاتے تھے اور غلاظت بکھیرتے تھے اُن کے دروازوں پر دستک دے کر جنّت اور دائمی سلامتی کی دعوت دی۔ اس کے باوجود جن لوگوں نے آپ کی دعوت کو مسترد کر کے جنّت اور رحمت سے منہ موڑ لیا تو اس میں آپ کی رحمت کے عموم اور شمول کا قصور نہیں۔ قصور ان لوگوں کا ہے جنہوں نے

اپنے آپ کو آپ کی رحمت سے دُور رکھا۔ جب نصف النہار کے وقت آفتاب روئے زمین پر نور افگن ہو اور کوئی شخص آنکھیں بند کر کے کھڑا ہو جائے تو قصور آفتاب کے فیض کا نہیں، قصور اس شخص کا ہے جس نے آفتاب کے سامنے ہوتے ہوئے آنکھیں بند کر رکھی ہیں۔

کفار کے لئے عذاب کی دُعا کرنے کی دوسری توجیہ یہ ہے کہ کفار اور مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کی ذات کو تکلیفیں اور اذیتیں پہنچائیں، آپ نے اُن کے خلاف دُعا نہیں کی۔ طائف کی وادیوں میں آپ پیغام توحید سُنانے کے لئے گئے، جواب میں انہوں نے پتھر مار مار کر آپ کو لہولہان کر دیا، دل آزار باتیں کیں، آوازے کسے، آپ نے اُف نہ کی۔ اُن کا ظلم دیکھ کر جبریل علیہ السلام سے بھی یارائے ضبط نہ رہا، پہاڑوں کے فرشتہ نے حاضر ہو کر کہا: آپ حکم دیں تو مکہ کے لوگوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں لیکن آپ نے کہا تو یہی کہا: بلکہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ اُن کے پیٹھوں سے ایسے لوگ پیدا کرے گا جو اللہ کی عبادت کریں گے۔ (صحیح البخاری)

جبل اُحد کی گھاٹیوں پر ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی قیادت میں مشرکین حملہ آور ہوئے، کسی نے پتھر مارا اور آپ کا چہرہ خون آلود ہو گیا، دانت کا ایک کنارہ شہید ہو گیا پھر بھی آپ نے اُن کے خلاف دُعا نہیں کی۔ اسی غزوہ میں آپ کے پیارے اور محبوب چچا سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو وحشی (رضی اللہ عنہ) نے قتل کر دیا، اُن کے جسم کو گھائل کیا گیا، جسم کے نازک حصے کاٹ ڈالے گئے۔ ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کی بیوی ہند (رضی اللہ عنہا) نے اُن کا کلیجہ نکال کر دانتوں سے کچا چبایا۔ آپ نے یہ سارے ظلم وستم دیکھے اور کچھ نہ کہا بلکہ فتح مکہ کے بعد جب یہ سارے لوگ مطلوب ہو کر پیشِ خدمت ہوئے، جب عربوں کے روایتی انتقام کی آگ کے خوف سے مارے ڈر

کے یہ سارے سہمے ہوئے تھے' آپ نے قادر اور غالب ہونے کے باوجود بدلہ نہیں لیا۔ بار بار حملہ آور ہونے والے ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو معاف کر دیا۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی (رضی اللہ عنہ) کو بخش دیا۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کا کلیجہ چبانے والی ہند (رضی اللہ عنہا) سے دَرگذر کر لیا۔ وحشی (رضی اللہ عنہ) نے قبولِ اسلام کے لئے شرائط پیش کیں اُن کی ایک ایک شرط پوری کر کے انھیں آغوشِ رحمت میں لے لیا۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل کا ایک ایک نخرہ برداشت کر کے انھیں مشرف بہ اسلام کیا۔ ایسے رحیم وکریم اور بے مثیل مہربان آقا کو ہم دیکھتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں مشرکوں سے جنگ کی وجہ سے نمازِ عصر رہ گئی تو اُن کے خلاف دُعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ! اُن کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے۔ جس صابر وشاکر ہستی نے طائف کے ظلم سہہ کر کسی ظالم کے خلاف دُعا نہیں کی' ابوسفیان' وحشی اور ہند (رضی اللہ عنہم) کو کچھ نہ کہا' بڑی سے بڑی زیادتی کے بعد جس کا پیمانہ صبر لبریز نہیں ہوا' وہ نماز میں خلل ڈالنے' تبلیغِ دین کو سبوتاژ کرنے اور مسلمانوں کو قتل کرنے کی وجہ سے کفار کے خلاف دُعائے ضرر کرتا ہے۔ اس سے یہی بتلانا مقصود تھا کہ اپنی جان' اپنی عزت' آبرو اور اپنے عزیزوں کے خون کی بہ نسبت دین کی تبلیغ' نماز اور مسلمانوں کا خون مجھے پیارا ہے۔ میں اپنی جان پر زیادتی برداشت کر سکتا ہوں' اپنے عزیزوں کا خوف معاف کر سکتا ہوں لیکن تم مجھے تبلیغ نہ کرنے دو' اللہ کی عبادت نہ کرنے دو...... یہ برداشت نہیں کر سکتا۔ سوچئے ہم اسی نبی کے نام لیوا ہیں جو اپنی ذات پر زیادتیوں سے درگزر کر لیتا ہے مگر دین کی کسی بات سے صرفِ نظر نہیں کرتا۔ آج ہمارا یہ حال ہے کہ اسلام کے خلاف جو شخص جو چاہے کہتا رہے' ہمیں غیرت نہیں آتی اور ہماری ذات کے معاملے میں ذرا سی زیادتی ہو تو ہم سلگ اُٹھتے ہیں۔

طائف میں جب آپ گئے تو انہوں نے بھی آپ کے ساتھ بہت ناروا سلوک کیا اور دِل آزار باتیں کیں لیکن آپ نے ان کے لئے دُعائے ضرر نہیں فرمائی کیونکہ آپ کو علم تھا کہ اہل طائف اسلام قبول کرلیں گے اور پھر نو ہجری وہ لوگ مسلمان ہو گئے ۔ ☆☆☆

اے ارحم الراحمین ! صدقہ شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین سلطانِ دارین ﷺ ہم پر اپنے رحمت کے دروازے کھول دے، ہمیں بخش دے، ہمیں معاف فرما دے۔ حضور رحمۃ للعالمین کی شانِ رحمت کا واسطہ، آپ کی آل واولاد کا واسطہ، آپ کے اصحاب کا واسطہ حضرت سید الشہداء امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کا واسطہ، شہداء بدر واُحد کا واسطہ آپ کے جاں نثاروں کا واسطہ، آپ کے وفاداروں کا واسطہ، حضور نبی کریم ﷺ کے سارے حُبّ داروں کا واسطہ، چو کھٹِ سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کا واسطہ، چادرِ زینب کا واسطہ، شہید کربلا کا واسطہ، حسنِ مجتبیٰ کا واسطہ، علی اکبر کی جوانی کا واسطہ، علی اصغر کی معصومیت کا واسطہ، قاسم جوان کی قربانی کا واسطہ، عباس کے کٹے ہوئے بازوؤں کا واسطہ، زین العابدین کی بیماری کا واسطہ، علی اصغر کے گلے سے نکلنے والی خون کی دھاری کا واسطہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)۔ اے اللہ ! ہمیں معاف فرما دے۔

وہ ہر عالم کی رحمت ہیں وہ ہر عالم میں رہتے ہیں
بہ فیض رحمۃ للعالمین، رحمت ہی رحمت ہے

کرم سب پر ہے کوئی ہو، کہیں ہو — تم ایسے رحمۃ للعالمین ہو
شریک عیش وعشرت سب ہیں لیکن — مصیبت کاٹنے والے تمہیں ہو

اگر خموش رہو میں تو تو ہی سب کچھ ہے
جو کچھ کہا تو تیرا حُسن ہوگیا محدود

وَاٰخِرُ دَعْوٰنا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعالَمِیْن

وَصَل اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْن